Courtesy www.pdfbooksfree.pk

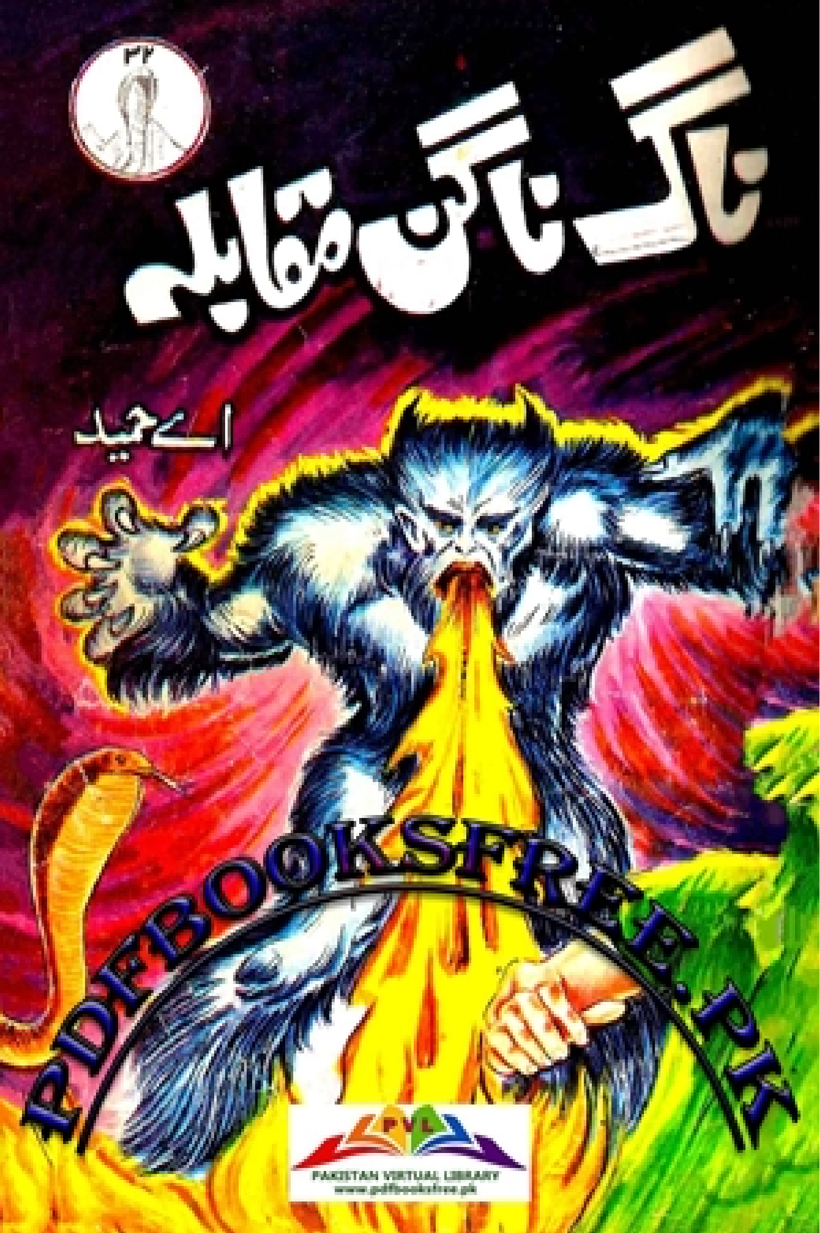

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

ناگ، ناگن مقابلہ

اے حمید

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیارے دوستو

قبر کی دلہن اور آدھا گیدڑ آدھا انسان کو
پسندیدگی کے بے شمار خطوط ملے - جن کا میں فرداً
فرداً جواب نہیں دے سکا - اس کے لئے معذرت خواہ
ہوں - میں تمام دوستوں کا شکریہ اس صفحہ کے ذریعہ
ادا کر رہا ہوں - آپ کے پُرخلوص خطوط میری بڑی
حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور میں آپ کے لئے اچھی اور
اچھی کہانی لکھنے میں محو ہو جاتا ہوں - امید ہے کہ آپ
اسی طرح میری حوصلہ افزائی کرتے رہیں گے -
ناگ، ناگن کا بدلہ کے بعد اگلی کہانی آپ
"ایک آنکھ والی عورت" پڑھیں گے -

آپ کا
اے - حمید

مرکزی پبلشرز لاہور
جلال انور

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

قیمت چھ روپے

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ

بار اوّل :
تعداد : دو ہزار

نیا مکتبہ اقرأ ۔ ۱۳۰/بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور پبلشر
طابع : الحمد پرنٹرز ۔ لاہور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فہرست

- ناگ، ناگن، مقابلہ
- پہلے سانپ پھر چیونٹیاں
- سر زندہ۔ دھڑ مردہ
- پراسرار قلعہ
- چھ تابوت اور چمکیلی لاشیں
- لاش زندہ ہوگئی
- عنبر غلام بن گیا
- عورت اور سانپ
- جہازوں کا قبرستان

ناگ، ناگن مقابلہ

ناگ اور ناگن آمنے سامنے کھڑے تھے۔

دونوں کڑے تیوروں سے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے پھر ناگ نے کہا:

"اے ناگن۔ ہوش میں آؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ تم سے مقابلہ کروں کیوں کہ تم سانپ برادری سے ہو۔ اس معصوم لڑکے کا پیچھا چھوڑ دو اور چلی جاؤ"

ناگن غصے سے بولی:

"ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ تم اگر عظیم ناگ دیوتا ہو تو میں عظیم ناگن دیوی ہوں۔ میں تم سے طاقت میں کم نہیں ہوں۔ آخر تمہیں اس لڑکے سے اتنی ہمدردی کیوں ہے۔ کیا تم بھول گئے ہو کہ تم ایک سانپ ہو اور انسان، سانپ کا سب سے بڑا دشمن ہے"

ناگ کو بڑا طیش آیا مگر وہ خود پر قابو پا کر نرم لہجے میں بولا:

"تم غلطی پر ہو۔ انسان برے ہی نہیں اچھے بھی ہوتے ہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر یہ تو ایک معصوم بچہ ہے۔"

ناگن پھنکاری:

"میں کچھ نہیں جانتی۔ میرے راستے سے ہٹ جاؤ ورنہ میں تمہیں اپنی طاقت سے ہٹا دوں گی۔"

ناگ اب اس بات پر مجبور ہو گیا کہ ناگن کا مقابلہ کرے اس کی پانچ ہزار سالہ زندگی میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ اسے سانپ برادری کی ایک ایسی ناگن سے مقابلہ کرنا پڑ رہا تھا جو اس کی طرح جون بدلنے کی طاقت رکھتی تھی۔ ناگ نے گہری سانس لی اور خطرناک کالا سانپ بن گیا۔ اپنی دم کے بل کھڑے ہو کر ناگ نے زور دار پھنکار ماری۔

ناگن بھی سانپ کے روپ میں آ گئی اور اپنا پھن لہراتی پھنکارنے لگی۔ ناگ نے خاموش سگنل کی آواز میں کہا:

"اے ناگن۔ پہلے تو حملہ کر ورنہ تجھے حسرت ہی رہے گی۔"

ناگن بل پر بل کھا رہی تھی۔ اچانک وہ اپنی جگہ سے اچھلی اور پھنکارتی ہوئی منہ سے شعلے اگلتی ناگ پر حملہ آور ہوئی۔ ناگ پھرتی سے اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ ناگن کا پھن ٹھیک اس جگہ زمین سے ٹکرایا جہاں کچھ دیر پہلے ناگ تھا۔ زمین پر وہاں بہت بڑا سیاہ داغ پڑ گیا۔ اپنا وار خالی جاتا دیکھ کر ناگن بپھر گئی۔ اس کی دم کوڑے کی طرح لہرائی۔ ناگ فوراً چڑیا

بن کر اڑ گیا۔

ناگن عقاب بن کر اس پر لپکی۔ ناگ نے اناکونڈا اژدہا بن کر سانس کھینچا اور عقاب اس کی طرف آنے لگا۔ ناگن جھٹ زیبرا بن گئی اور اژدہے کو اپنے پاؤں سے کچلنے کے لیے اس کی طرف لپکی۔ ناگ نے ببر شیر کا روپ دھار کر زور سے دہاڑ ماری۔ پورا مکان لرز اٹھا۔

ہندو لالے اور اس کی بیوی نے جب کمرے سے شیر کی دہاڑ سنی تو ان کے ہوش اڑ گئے۔ ہندو لالے کا معصوم لڑکا بھی جاگ اٹھا اس نے جب شیر تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی وہ غش کھا کر بے ہوش ہو گیا۔

ناگ نے شیر بنتے ہی زیبرے پر چھلانگ لگائی۔ ناگن ایک طرف ہٹتے ہوئے لمبے دانتوں والے خوف ناک سیاہ افریقی ہاتھی کے جون میں آ گئی۔ زور سے چنگھاڑتے ہوئے ہاتھی نے پلک جھپکنے میں شیر کو اپنی سونڈ میں جکڑ لیا اور گھما کر پوری طاقت سے دیوار پر مارا۔

دیوار مٹی کے گارے کی بنی ہوئی تھی اور خاصی پرانی تھی۔ شیر کے روپ میں ناگ دیوار سے ٹکرایا تو زبردست دھماکے ساتھ دیوار کانپ اٹھی۔ ناگ کو بھی نانی یاد آ گئی تھی۔

ہاتھی کے روپ میں ناگن چنگھاڑتی ہوئی شیر کو اپنے بڑے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور بھاری پاؤں سے کچلنے کے لیے سونڈ لہراتی آگے بڑھی۔ناگ جلدی سے سفید عقاب کا روپ دھار کر اڈاری مار کر اُڑ گیا۔ ناگن بھی عقاب بن کر اس پر حملہ آور ہوئی۔ ناگ روشن دان کے راستے مکان سے باہر نکل آیا۔ ناگن اس کے پیچھے تھی۔ دراصل ناگ کو خدشہ تھا کہ ہاتھی یا کسی اور بڑے جانور کے روپ میں اگر وہ یا ناگن دیوار سے ٹکرائے تو دیوار گر جائے گی جس سے ہندو لالے کے بچے کی جان کو خطرہ تھا۔

دونوں ایک دوسرے کے پیچھے اُڑتے ہوئے جنگل تک جا پہنچے۔ ناگ نے غوطہ کھایا اور زمین پر آتے ہی خونناک سیاہ چیتے کے روپ میں آ گیا۔ ناگن جون بدل کر بنگالی شیرنی بن گئی اور دہاڑتی ہوئی چیتے کے سامنے آ گئی۔ ناگن نے سنگل کی خاموش آواز میں کہا:

"اے ناگ۔ میں تجھے زندہ نہ چھوڑوں گی۔"

ناگ نے جواب دیا:

"تو اپنی جان کی خیر منا۔ فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے۔ بدی مٹ کر رہتی ہے۔"

ناگن نے غصّے میں آ کر چھلانگ لگائی۔ ناگ نے بڑی تیزی سے بہت بڑے ہیبت ناک کنگ کانگ کا روپ بدل لیا اور ناگن کو فضا میں ہی دبوچ لیا۔ ناگن نے جون بدلنا چاہی مگر

ناگ نے اسے مہلت ہی نہ دی۔ اس نے ناگن کو شیرنی کے روپ میں سر سے اوپر لے جا کر زمین پر دے مارا۔

زبردست دھماکہ ہوا۔ شیرنی کے حلق سے آخری دہاڑ نکلی۔ اس کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئی تھیں اور وہ گوشت کا لوتھڑا سا بن گئی تھی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے شیرنی کی جگہ ایک بڑی ناگن مری پڑی تھی۔ اس کا جسم جگہ جگہ سے کچلا ہوا تھا۔

ناگ، انسان کی شکل میں آ گیا۔ ناگن سے جنگ نے اسے بُری طرح تھکا دیا۔ اس کی پسلیاں درد کر رہی تھیں اور سر یوں چکرا رہا تھا جیسے اس نے منوں بوجھ اٹھایا ہو۔ یہ دوسرا موقع تھا جب وہ اپنی پانچ ہزار سالہ زندگی میں کنگ کانگ بنا تھا۔ اس سے پہلے ایک بار اسے ایک جزیرے پر ڈاہنا سورس کا مقابلہ کرتے وقت کنگ کانگ بننا پڑا تھا۔

ناگ جنگل میں ایک درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر کے لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ کچھ دیر بعد جب اس کی طبیعت سنبھلی تو اس نے گڑھا کھود کر ناگن کی لاش کو دفن کیا اور واپس چل دیا۔

◎

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پہلے سانپ پھر چیونٹیاں

اگلے دن ناگ صبح سویرے ہی بڑے مندر کے باہر پہنچ گیا۔ مندر کے باہر ایک بڑا تخت پوش سا پڑا تھا۔ جس پر قالین بچھے ہوئے تھے۔ اس تخت پوش پر مندر کا مکار مہا پنڈت اپنے چیلے چانٹوں سمیت بیٹھا تھا۔ تخت پوش کے سامنے لڑکیوں کی لمبی لائن لگی ہوئی تھی۔ ان لڑکیوں کو راجہ جے پال کے سپاہی زبردستی لائے تھے تاکہ ان میں سے قربانی کے لیے ایک لڑکی منتخب کی جائے۔

ایک طرف لوگوں کا ہجوم جمع تھا۔ ان میں لڑکیوں کے والدین بھی تھے۔ ناگ بھی ہجوم میں کھڑا تھا۔ ہر لڑکی کو مہا پنڈت کے سامنے پیش کیا جاتا۔ مہا پنڈت اپنی لال لال آنکھوں سے لڑکی کو گھورتا اور ہاتھ اُٹھا دیتا جس کا مطلب تھا یہ لڑکی قربانی کے لیے ٹھیک نہیں۔

باری باری لڑکیاں مہا پنڈت کے سامنے پیش ہوتی رہیں پھر ایک معصوم صورت گوری لڑکی مہا پنڈت کے سامنے آئی

لڑکی نے پرانے کپڑے پہن رکھے تھے مگر وہ بے حد خوبصورت تھی۔ اس کے بال گہرے سیاہ اور لمبے تھے۔ کالے بالوں میں اس کا سفید چہرہ یوں تھا جیسے سیاہ بادلوں میں چاند —— لڑکی سہمی ہوئی تھی۔ مہا پنڈت کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ اس نے کہا:

"اے لڑکی تیرا کیا نام ہے اور تو کس ذات سے تعلق رکھتی ہے؟"

لڑکی نے لرزتی آواز میں کہا:

"میرا نام شکنتلا ہے اور میں ذات کی ویش ہوں۔"

اس وقت ہندوؤں میں چار ذاتیں تھیں۔ برہمن، کھشتری ویش اور شودر۔ برہمن سب سے اونچی ذات تھی برہمنوں کا کام مذہب کی حفاظت تھا وہ مذہبی رسوم وغیرہ ادا کرتے تھے۔ کھشتری دوسرے نمبر کی ذات تھی۔ یہ حکومت سنبھالتے تھے۔ ان کے بعد تیسرے نمبر پر ویش آتے تھے جو کھیتی باڑی کرتے تھے یعنی عموماً کسان ہوتے تھے۔ یا تجارت کرتے تھے۔ چوتھے نمبر پر شودر تھے۔ جو سب سے نچلی ذات والے تھے۔ یہ باقی ذاتوں کے افراد کی خدمت کرتے تھے۔

شودروں کے ساتھ بڑا بھیانک سلوک کیا جاتا تھا۔ کسی شودر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو قتل کر دینا، مکھی کو مارنے کے برابر تھا۔ اگر کوئی شودر غلطی سے مذہبی کتاب کا کوئی لفظ تک سن لیتا تو یہ بہت بڑا جرم ہوتا تھا۔ اس شودر آدمی کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا جاتا اور وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتا۔ شودر کو اچھوت بھی کہا جاتا تھا۔

مکار مہا پنڈت کو شکنتلا پسند آ گئی تھی۔ اس نے دل میں سوچا یہ لڑکی کسی ہندو جاگیر دار کے ہاتھوں مہنگے داموں بک جائے گی۔ یہ تو آپ پچھلی قسط میں پڑھ ہی چکے ہیں کہ مہا پنڈت نے پتھر کی دیوی کے آگے لڑکی کی قربانی دینے کا ڈھونگ رچایا ہوا تھا۔

مکار مہا پنڈت نے کھڑے ہو کر کہا:

"دیوی کے حضور قربانی دینے کے لیے اس دلیش لڑکی کو چن لیا گیا ہے۔"

لڑکی نے یہ سنا تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگی۔ ہجوم میں سے ایک ضعیف بوڑھا جو لڑکی کا باپ تھا روتا چلاتا نکلا اور مہا پنڈت کے قدموں میں گر گیا اور گڑگڑایا:

"مہاراج۔ مجھ پر دیا (رحم) کریں یہ میری اکلوتی بیٹی ہے۔"

مہا پنڈت کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اس نے زور دار

ٹھوکر بوڑھے کے ماتھے پر ماری اور گرجا:

"تو پاپی (گناہگار) ہے۔ دیوی نے تیری بیٹی کی قربانی مانگی ہے اور تو اسے ظلم کہتا ہے۔"

بوڑھے کے ماتھے سے خون نکلنے لگا تھا۔ وہ چلایا:

"مہاراج۔ مجھ غریب پر ترس کھائیں۔"

ظالم مہا پنڈت چلایا:

"سپاہیو۔ اسے پکڑ کر قید خانے میں ڈال دو اس نے دیوتاؤں کی بے عزتی کی ہے۔"

بوڑھا اپنی بیٹی کی طرف دوڑا تو سپاہیوں کے سردار نے تلوار نکال کر بوڑھے کا سر اڑا دیا۔ یہ سب اس تیزی سے ہوا کہ ناگ دیکھتا رہ گیا۔ اس ظلم پر اس کا خون کھول اٹھا۔ ناگ نے فیصلہ کیا کہ اس مکار پنڈت اور ہندو سردار کو معاف نہیں کرے گا۔

دلیش لڑکی شکنتلا نے جب اپنے باپ کا لاشہ تڑپتے دیکھا تو رونے لگی۔ مہا پنڈت اس کا بازو پکڑ کر گھسیٹتا ہوا مندر میں لے گیا۔ سپاہیوں نے لاش اٹھائی اور چل دیئے۔ کچھ دیر بعد مہا پنڈت باہر آیا اور بولا:

"اے دیوتاؤں کو پوجنے والو۔ آؤ اور دیوی کے حضور قربان کی جانے والی لڑکی کو چھو کر اپنے گناہ دھو ڈالو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سارے لوگ ایک قطار میں کھڑے ہو کر مندر میں جانے لگے۔ ناگ بھی ان میں شامل ہو گیا۔ جب وہ مندر میں داخل ہوا تو اس نے دکھی لڑکی شکنتلا دیوی کے بُت کے قدموں میں سر جھکائے بیٹھی رو رہی ہے ناگ اسے چھونے کے لیے جھکا اور مدھم آواز میں بولا:

"رو مت بہن ــ میں تجھے رات ہونے سے پہلے نکال لے جاؤں گا"

دلیش لڑکی شکنتلا روتے روتے چپ ہو گئی۔ اس نے ایک جھٹکے سے سر اُٹھا کر ناگ کی طرف دیکھا لڑکی کے چہرے پر بے یقینی تھی ناگ نے سرگوشی کی:

"میری بات پر یقین رکھو۔ میں تمہیں بچا لوں گا"

یہ کہہ کر ناگ مندر کے دوسرے دروازے سے باہر نکل آیا۔ اب وہ اس بے رحم ہندو سردار کو مزا چکھانا چاہتا تھا جس نے لڑکی کے بوڑھے باپ کو قتل کیا تھا۔ مندر کے باہر دروازے کے پاس چند سپاہی کھڑے تھے۔ ناگ ان کے پاس جا کر بولا:

"بچو۔ ہمیں بتا وہ سردار کہاں ہے جس نے دیوتاؤں کی توہین کرنے والے بدبخت کی گردن اُتار دی۔ ہم اس سے خوش ہوئے ہیں اور اسے انعام دینا چاہتے ہیں"

ناگ سادھو کے بھیس میں تھا۔ سپاہی یہی سمجھے کہ یہ بڑا پہنچا ہوا سادھو ہے۔ ہاتھ جوڑ کر پرنام کرنے کے بعد ایک بولا:

"سادھو مہاراج ــ وہ سردار پرتھوی تھے ان کا محل اگلی سڑک پر ہے۔ سرخ محل ــ سردار پرتھوی ابھی ابھی کسی کام سے اپنے محل گئے ہیں"

ناگ کے لیے اتنی معلومات کافی تھیں وہ اسی وقت ہندو سردار پرتھوی کے محل کی طرف چل دیا۔ بازار میں بڑی رونق تھی۔ ہندو دھوتیاں باندھے حلوہ پوڑی کا ناشتہ کر رہے تھے۔ ناگ بازار سے گزر کر اگلی سڑک پر آ گیا۔ یہاں سڑک کے ایک طرف سرخ رنگ کا بڑا خوبصورت محل تھا۔

محل کا دروازہ بند تھا اور دو پہرے دار نیزے تھامے پہرہ دے رہے تھے۔

ناگ نے قریب جا کر کہا:

"اے بچو ــ ہم بہادر سردار پرتھوی سے ملنا چاہتے ہیں"

ایک پہرے دار بولا:

"چلو چلو بھاگو ادھر سے۔ سردار کے پاس فضول وقت نہیں ہے"

دوسرے پہرے دار نے منہ ٹیڑھا کر کے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ابے بابا۔ شکل گم کرو۔ بڑے آئے ہیں سردار پرتھوی سے ملنے۔"

پہلا پہرے دار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

ناگ نے کہا:

"اے بچّے۔ ہمارا مذاق نہ اڑا۔ جا جو کہا ہے وہ کر۔"

ایک پہرے دار نے نیزہ تان لیا اور کہا:

"ابے سادھو کے بچے — ٹرٹر کیے جاتا ہے ابھی پرُو دوں گا نیزے میں۔ زندگی چاہتا ہے تو یہاں سے بھاگ جا۔"

اب تو ناگ برداشت نہ کر سکا۔ ایک دم سے تڑپ کر کالا سانپ بن گیا۔ پہرے دار نے پہلے آنکھیں جھپک کر پھر زور سے آنکھیں مل کر ناگ کی طرف دیکھا۔ ایسا حیرت ناک منظر ان کے باپ نے بھی نہ دیکھا تھا۔ ایک انسان پلک جھپکنے میں سانپ بن گیا تھا۔ ان کی تو سٹی گم ہو گئی۔ رنگ اڑ گیا۔ وہ پہرے دار جس نے نیزہ تانا تھا۔ غش کھا گیا اور دھڑام سے زمین پر گر کے بے ہوش ہو گیا۔

ناگ پھر سے انسان بن گیا اور دوسرے پہرے دار سے کہا:

"کیوں بچّو۔ اب اندر جانے دے گا یا نہیں؟"

"ہے ہے ہے" پہرے دار کے منہ سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔ وہ اب یوں کانپ رہا تھا جیسے سردی کا بخار

چڑھ آیا ہو۔ ناگ کو ہنسی آ گئی اس نے کہا:

"ڈر مت بچّے۔ ہم تجھے کچھ نہیں کہیں گے چل ہمیں سردار پرتھوی کے پاس لے جا۔"

"چلیے مہاراج۔"

پہرے دار نے دروازہ کھولا۔ ناگ اس کے پیچھے اندر داخل ہو گیا۔ محل اندر سے بڑا خوب صورت تھا۔ کیاریوں میں پھول تھے۔ جن کی خوشبو فضا پھیلی ہوئی تھی، پہرے دار، ناگ کو لیے ایک بڑے کمرے میں پہنچا۔

کمرے میں صندلی لکڑی کی ایک کرسی پر سردار پرتھوی بیٹھا تھا۔ ناگ نے اسے پہچان لیا۔ سردار پرتھوی کے آگے ایک میز پڑی تھی جس پر چاندی کی طشتریوں میں مختلف پھل موجود تھے۔ سردار پرتھوی اس وقت انگور کھا رہا تھا۔ پہریدار کے ساتھ ایک سادھو کو دیکھ کر اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار نظر آنے لگے وہ بولا:

"یہ کسے اٹھا لائے ہو تم"

"سرکار۔ یہ بڑے پہنچے ہوئے سادھو مہاراج ہیں" پہرے دار نے کہا اور ناگ کے سانپ بننے کا واقعہ اسے سنایا۔ کچھ سوچ کر سردار پرتھوی کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ ناگ بڑے غور سے سردار پرتھوی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اے سردار۔ تو نے مندر کے باہر دیوتاؤں کی توہین کرنے والے بوڑھے کو مارا۔ جس سے ہم خوش ہوئے اور تجھے انعام دینے آئے ہیں۔"

سردار پرتھوی خوش ہو کر بولا:

"مہاراج۔ یہ تو میری خوش قسمتی ہے۔"

ناگ نے دل میں کہا۔ بچو ابھی پتہ چلتا ہے کہ تو خوش بخت ہے یا بدبخت۔ ناگ نے کہا:

"ہم تجھے ایسا منتر بتائیں کہ تو جو چاہے گا وہی ہو گا۔"

سردار پرتھوی اچھل پڑا اس نے بے صبری سے کہا:

"سادھو مہاراج۔ میں راجہ جے پال کی فوجوں کا سیناپتی (سپہ سالار) بننا چاہتا ہوں۔"

ناگ نے دل میں کہا۔ بیٹا تو اب جہنمی لوگوں کا سیناپتی بنے گا۔ وہ بولا:

"اے سردار۔ تیری خواہش پوری ہو گی۔ اس پہرے دار کو باہر نکال کر دروازہ اندر سے بند کر دے۔"

"ابھی لیں سادھو مہاراج۔"

سردار پرتھوی نے پہرے دار کو نکال کر دروازہ بند کیا اور ناگ کے پاس آ کر کہنے لگا:

"اب منتر بتائیے سادھو مہاراج۔"

ناگ نے سردار پرتھوی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا:

"اے بدبخت انسان۔ میں تیری موت ہوں۔ تو کمزوروں پر ظلم ڈھاتا ہے۔ تجھے اس کی سزا ملے گی۔"

سردار پرتھوی کا منہ کھل گیا۔ وہ تو یہ سمجھ رہا تھا کہ ناگ اسے منتر بتانے والا ہے۔ ناگ نے زور دار سانس کے ساتھ سانپ کا روپ بدلا اور بڑی تیزی سے سردار پرتھوی کی آنکھوں کے درمیان ڈس لیا۔

ہندو سردار پرتھوی کو اپنے جسم میں آگ کی ایک لہر دوڑتی محسوس ہوئی۔ اس کا جسم اکڑنے لگا تھا۔ ناگ نے اس کے جسم میں صرف اتنا زہر داخل کیا تھا کہ وہ زندہ لاش بن کر رہ گیا تھا۔ ہندو سردار پرتھوی اب نہ بول سکتا تھا نہ حرکت کر سکتا۔ تھا مگر محسوس کر سکتا تھا سن سکتا تھا دیکھ سکتا تھا۔

ناگ انسان کی شکل میں آ کر بولا:

"اے ظالم انسان۔ تجھے سانپ نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ تو درد سے چیخنا چاہے گا مگر چیخ نہ سکے گا رونا چاہے گا مگر آنکھوں سے آنسو نہ نکلیں گے تو سسک سسک کر مرے گا۔"

یہ کہہ کر ناگ نے آنکھیں بند کر کے خاموش آواز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا سگنل دینا شروع کیا۔ یہ سگنل اتنے زبردست تھے کہ ارد گرد کے علاقے میں زمین کے نیچے رہنے والے سارے سانپ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھے۔ ان میں سفید رنگ کا سانپ بھی تھا جو ان سب سانپوں کا سردار تھا۔ ناگ نے اسے سگنل کی خاموش آواز میں دس بارہ خطرناک سانپوں کے ہمراہ آنے کا حکم دیا۔

سفید سانپ اسی وقت بارہ سانپوں کے ہمراہ چلا آیا اور سر جھکا کر ادب سے سگنل کی آواز میں کہا:

"اے مقدس ناگ دیوتا۔ ہم حاضر ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ نے ہمیں یاد کیا؟"

ناگ نے سگنل کی آواز میں کہا:

"اے سفید سانپ۔ یہ شخص بڑا ظالم ہے تم سب اسے نوچ نوچ کر کھا جاؤ"

سفید سانپ نے ہندو سردار کی طرف دیکھا اور کہا:

"جو حکم اے ناگ دیوتا"

سارے سانپ پھنکاریں مارتے ہندو سردار پرتھوی کی طرف بڑھے۔ ان کی چھوٹی چھوٹی سرخ آنکھیں جن میں مقناطیسی کشش تھی سردار کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ خوف سے ہندو سردار کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ دہشت کے مارے

اس کا بُرا حال تھا اس نے چاہا کہ وہ پوری قوت سے چیخے مگر حلق سے کوئی آواز نہ نکل سکی۔

سانپ رینگتے ہوئے ہندو سردار کے پاس پہنچ گئے۔ سفید سانپ سب سے آگے تھا۔ وہ دم کے بل کھڑا ہو کر پھن پھیلانے لگا۔ سفید سانپ نے زبردست پھنکار کے ساتھ اپنی دو شاخہ زبان لہراتے ہوئے ہندو سردار کے رخسار پر پھن مارا۔ سانپ کے تیز دانت ہندو سردار کو اپنے جسم میں گڑتے محسوس ہوئے۔

ہندو سردار کو یوں لگا جیسے اس کے رخسار میں مرچیں بھر گئی ہوں۔ سفید سانپ نے ایک جھٹکے سے اپنا پھن پیچھے ہٹایا۔ رخسار کا گوشت اس کے منہ میں آ گیا۔ لمحے بھر کے لیے سفید ہڈی نظر آئی جو فوراً ہی خون سے سرخ ہو گئی۔ دوسرے سانپ بھی ہندو سردار پر پل پڑے۔ اور اس کے چہرے کا گوشت نوچنے لگے۔ کمرہ ان کی تیز پھنکاروں سے گونج رہا تھا۔

ہندو سردار کا مارے درد کے بڑا حال تھا وہ چیخنا چلانا اور رونا چاہتا تھا مگر یہ ممکن نہ تھا۔ غضب ناک سانپوں کے گوشت نوچنے سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے کسی درخت کی خشک ٹہنیاں ٹوٹ رہی ہوں یا انگارے چٹخا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہے ہوں — سانپ اب ہندو سردار کے سارے جسم سے لپٹ چکے تھے۔

ٹانگیں، گردن، بازو، سینہ پھنکارتے سانپوں کی آہنی گرفت میں تھا۔ دو شاخی زبانیں لہراتے وہ گوشت نوچ رہے تھے۔ ہندو سردار کو اپنے جسم کی ہڈیاں ٹوٹتی محسوس ہو رہی تھیں۔

سفید سانپ چہرے کا سارا گوشت ہڑپ کر گیا تھا۔ چہرے کی سفید ہڈیاں نظر آنے لگی تھیں۔ رخساروں اور ٹھوڑی کی ہڈیوں کے نشیب اور ابھار بڑے خوف ناک نظر آتے تھے۔ جبڑوں کی ہڈیوں کے درمیان سارے دانت چمکتے نظر آ رہے تھے۔ پیشانی کے نیچے آنکھوں کی جگہ دو گڑھے نظر آ رہے تھے۔

سفید سانپ ایک طرف ہٹ گیا۔ دوسرے سانپ بھی اپنا کام مکمل کر چکے تھے۔ قدرت ہر انسان کی ہڈیوں پر گوشت کا جو غلاف چڑھاتی ہے وہ ہندو سردار کے جسم سے غائب ہو چکا تھا۔ وہ اب ہڈیوں کا پنجر تھا۔ سفید ہڈیاں جو خون آلود تھیں۔ ہندو سردار مر چکا تھا۔ اسے ظلم کی عبرتناک سزا ملی تھی۔

سارے سانپ اب ناگ کے آگے سر جھکائے کھڑے

تھے —

ناگ نے خاموشی کی زبان میں کہا:

"تم سب کا شکریہ۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

سانپ رینگتے ہوئے چلے گئے۔ ناگ بھی چڑیا بن کر کھڑکی کے راستے نکل گیا۔ وہ اب بڑے مندر کے مکار مہا پنڈت سے نمٹنا چاہتا تھا اور ویش لڑکی شکنتلا کو بچانا چاہتا تھا۔

ادھر صبح سے دوپہر ہونے کو آئی اور ہندو سردار پرتھوی کے محافظوں کو فکر ہونے لگی۔ ابھی تک سادھو باہر نہیں آیا تھا۔ انہوں نے کئی بار دروازے سے کان لگائے مگر اندر سے کوئی آواز نہ آئی۔ آوازیں دیں دروازہ کھٹکھٹایا تب بھی جواب نہ ملا تو انہوں نے دروازہ توڑ دیا۔

اندر داخل ہوتے ہی ان کے حلقوں سے دہشتناک چیخیں نکل گئیں۔ وہ منظر ہی ایسا تھا۔ کمرے کے درمیان میں ہڈیوں کا پنجر پڑا تھا جس پر موٹی سیاہ چیونٹیاں چمٹی ہوئی تھیں۔ یہ چیونٹیاں باغ سے گوشت کی خوشبو سونگھ کر آ گئی تھیں۔ چیونٹیاں آنکھوں کے حلقوں سے گھس کر پیشانی سے برآمد ہو رہی تھیں۔ ظالم ہندو سردار پرتھوی راج مر کر بھی عذاب میں تھا۔

◎

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سر زندہ ۔ دھڑ مُردہ

ناگ کو ویشن لڑکی شکنتلا کو بچانے کی فکر میں مبتلا چھوڑ کر ہم روم چلتے ہیں۔ جہاں ماریا، ابلیس جادوگر کے غار میں چڑیلوں کی ملکہ کے جادو کے نتیجے میں پتھر کا مجسّمہ بنی کھڑی ہے اور ابلیس جادوگر، عنبر کی تلاش میں ہے تاکہ اسے پکڑ کر چِلّہ کاٹنے کے بعد ہمیشہ کی زندگی حاصل کر سکے جب کہ عنبر شہر کے گورنر کا محافظِ خاص بنا بیٹھا ہے اور گورنر کا پہلا محافظِ خاص جالینوس اپنے دوست شاہی جلّاد کے ساتھ مل کر عنبر کو کسی کنویں میں گرانے کی فکر میں ہے۔

○

نجومی راہڑ جالینوس کو یہ بتا کر چلا گیا کہ عنبر کبھی نہیں مر سکتا۔ عنبر کو قابو کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے کسی گہرے کنویں میں گرا دیا جائے جہاں سے وہ کسی

کی مدد کے بغیر نہ نکل سکے گا۔

جالینوس نے شاہی جلّاد سے کہا:

"دوست۔ اس عنبر کے بچّے سے نجات حاصل کرنے کی کوئی ترکیب سوچو۔"

شاہی جلاد نے سوچتے ہوئے کہا:

"صرف ایک ہی راستہ ہے کہ تم عنبر کے دوست بن جاؤ۔"

جالینوس بھڑک کر بولا:

"عنبر کا دوست — تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے اس نے میری ساری عزت خاک میں ملا دی اور تم کہتے ہو اسے دوست بنا لوں؟"

شاہی جلّاد نے غصّے سے کہا:

"پوری بات تو سن لو۔ تم وقتی طور پر عنبر کے دوست بن جاؤ۔ پھر اسے کسی دن شکار پر اپنے ساتھ جنگل لے جانا۔ میں جنگل میں ایک گہرا گڑھا کھدوا دوں گا اور اس کے منہ پر گھاس پھونس بچھا دوں گا تم بہانے سے عنبر کو گڑھے کی طرف لے جانا۔ وہ خود ہی گر جائے گا۔"

جالینوس اچھل پڑا:

"واہ دوست۔ یہ بہت اچھی ترکیب ہے۔"

جالینوس نے ایسا ہی کیا اور عنبر سے دوستی بڑھانے لگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر یہی سمجھا کہ شاید جالینوس کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ اسے کیا پتہ تھا کہ جالینوس مکاری کر رہا ہے چند دن بعد منصوبے کے مطابق جالینوس نے عنبر کو شکار پر جانے کی دعوت دی۔ جسے عنبر نے قبول کر لیا۔

عنبر، شاہی جلاد، جالینوس محافظوں اور شکاری کتوں کے ساتھ جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ جالینوس اور شاہی جلاد مکاری سے عنبر کو وہاں لے گئے جہاں گہرا گڑھا کھدا ہوا تھا۔ گڑھے کے منہ پر بانس کی باریک لمبی تیلیاں رکھ کر گھاس پھونس اس طرح بچھائی گئی تھی کہ گڑھے کی موجودگی کا پتہ ہی نہ چلتا تھا۔

عنبر کے ساتھ باتیں کرتے وہ اسے گڑھے کے کنارے لے گئے پھر جالینوس نے چونک کر کہا:

"عنبر بھائی۔ اُدھر دیکھنا کیا خوبصورت ہرن ہے۔"

عنبر نے جونہی اُدھر دیکھا جالینوس اور شاہی جلاد نے پوری قوت سے عنبر کو دھکا دیا۔ عنبر ٹھیک اس جگہ گرا جہاں گھاس پھونس کے نیچے گڑھا تھا۔ وہ اب قلا بازیاں کھاتا گہرے گڑھے میں گر رہا تھا۔ گڑھے کی تہہ میں نوکیلے پتھر پڑے تھے۔ عنبر انہی پتھروں پر گرا مگر نوکیلے پتھر عنبر کو کیا نقصان پہنچا سکتے تھے۔

جالینوس نے گڑھے کے کنارے پر کھڑے ہو کر قہقہہ لگایا اور کہا:

"خبیث عنبر — اب تو ساری زندگی اسی گڑھے میں پڑا رہے گا۔"

عنبر کو جالینوس کی مکاری پر بڑا غصہ آیا۔ اس نے کہا:

"اے جالینوس۔ سن لے کہ اب میں تجھے ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ تو نے دوستی کے نام پر دھبہ لگایا ہے میں تجھے بڑی عبرتناک موت ماروں گا۔"

جالینوس اور شاہی جلاد قہقہے مارتے چلے گئے۔ عنبر گڑھے کی تہہ میں بیٹھا سوچنے لگا کہ نجانے کتنے دن اس گڑھے میں رہنا ہو گا۔ دن گزر گیا۔ گڑھے کے اندر گہرا اندھیرا چھا گیا۔ عنبر زمین پر لیٹ کر مارا اور ناگ کے بارے میں سوچنے لگا کہ وہ دونوں نجانے کہاں اور کن حالات میں ہوں گے۔

اگلے دن سورج کی روشنی گڑھے میں اتری تو عنبر اُٹھ بیٹھا اور دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ وقت گزرتا گیا۔ عنبر نے سوچا کہ وہ کب تک کنویں کا مینڈک بنا یہاں پڑا رہے گا کچھ کرنا چاہیے۔ شام کا وقت تھا عنبر نے اچھی طرح گڑھے کا جائزہ لیا۔ گڑھا خاصا کشادہ تھا۔ گڑھے کی ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیوار میں پتھر کی ایک بڑی چٹان اُبھری ہوئی نظر آ رہی تھی۔ اس چٹان کا صرف ایک کونا عنبر کو نظر آ رہا تھا۔ باقی چٹان زمین میں پوشیدہ تھی۔

عنبر کے دل میں نجانے کیا سمائی کہ اس نے چٹان کے کنارے اپنے فولادی پنجوں میں تھامے اور خدا کا نام لے کر ساری طاقت صرف کر دی۔ چٹان کے کناروں سے مٹی گرنے لگی پھر ایک دھماکے سے چٹان نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور ایک طرف گھوم گئی۔ عنبر حیران رہ گیا۔ چٹان کے دوسری طرف تاریک غار تھا۔ جیسے کوئی دیو قامت درندہ منہ پھاڑے کھڑا ہو۔ غار سے تیز بدبو آ رہی تھی۔ اس سرنگ نما غار کے منہ پر یا تو چٹان خود بخود آ جمی تھی۔ یا پھر یہ کوئی خفیہ دروازہ تھا۔

عنبر غار میں داخل ہو گیا۔ اندر گھپ اندھیرا تھا اور بدبو ایسی کہ دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ غار اوپر کو جا رہی تھی۔ عنبر کی تیز غیر معمولی آنکھیں اندھیرے میں دیکھ سکتی تھیں۔ عنبر دوڑتا ہوا آگے بڑھتا رہا تھا۔ دیر تک دوڑنے کے بعد عنبر رُک گیا۔ یہاں سے سرنگ دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔ ایک حصے میں دور ہلکی سی روشنی ہو رہی تھی۔ عنبر اس طرف بڑھا۔ اسی وقت غار میں سسکی کی دردناک

آواز گونجی۔ عنبر جیسے بہادر انسان کے بڑھتے قدم بھی لمحے بھر کے لیے رُک گئے۔ پھر اس کے کانوں میں سسکی کے ساتھ ایک عجیب آواز پڑی دوسری بار یہ آواز صاف تھی کوئی کہہ رہا تھا۔

"میرا گوشت دے دو۔ میرا گوشت دے دو۔ گوش۔ ش ش۔ ت۔"

آگے جا کر عنبر نے دیکھا کہ غار میں کمرے سے بنے ہوئے ہیں۔ ایک کمرے سے روشنی اور سسکیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

عنبر نے کمرے میں جھانکا پھر اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کمرے میں ایک بڑے صندلی تابوت کے قریب بیٹھا وہ بھیانک آدمی رو رہا تھا۔ وہ آدمی ۔۔ اف ۔۔ بڑا عجیب اور بھیانک تھا۔ اس کا چہرہ نوجوان اور صحت مند آدمی کا تھا مگر جسم ۔۔ صرف ہڈیوں کا پنجر تھا۔ جیسے کوئی ہزاروں برس پرانا مردہ قبر پھاڑ کر نکل آیا ہو۔ چہرے کے سوا اس کے جسم کے کسی حصے پر گوشت کا نام و نشان تک نہ تھا۔

زرد زرد ہڈیوں کا ڈھانچہ ۔۔۔ زندہ ڈھانچہ جو بالکل کسی عام آدمی کی طرح زندہ تھا اور حرکت کر سکتا تھا۔ روتا ہوا وہ بھیانک شخص جب اپنے جسم کو حرکت دیتا تو غار میں ہڈیوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی خوفناک گڑگڑاہٹ گونجی۔

کمرے میں ایک موم بتی روشن تھی جس کی مدھم روشنی نے ماحول کی پر اسراریت میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔ موم بتی کا شعلہ ساکت تھا ذرا بھی نہیں لرز رہا تھا۔ اس بھیانک شخص کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ صندلی تابوت پر بار بار پیشانی مارتا۔ پھر اس کے ہونٹوں سے حسرت بھری آواز نکلی:

"میرا گوشت — میرا گوشت — ہائے۔ ہا۔ا۔ ا۔ اے"

اس بھیانک شخص کی سسکیاں سناٹے میں یوں گونج رہی تھیں جیسے ہزاروں بد روحیں مل کر بین کر رہی ہوں۔ عنبر دروازے میں کھڑا حیرت اور غم سے اس پر اسرار چکر کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

روتے روتے وہ بھیانک شخص اپنا سر زور زور سے تابوت پر مارنے لگا اور سینہ پیٹنے لگا۔ ہڈیاں جب ہڈیوں سے ٹکراتی تو غار میں ایسی آواز گونجتی کہ دسمبر کی یخ بستہ راتوں میں بڑے سے بڑے بہادر کے بھی پسینے چھوٹ جائیں۔ عنبر تاریخ کے بڑے بڑے بھیانک اور پر اسرار واقعات سے گزر چکا تھا اس لیے اسے خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا پھر اسے یہ تسلی بھی تو تھی کہ وہ مر نہیں سکتا۔

بھیانک شخص کے تابوت پر سر مارنے اور سینہ پیٹنے سے عنبر نے اندازہ لگایا کہ یہ کوئی مصیبت زدہ ہے اور کسی جادو کے چکر میں پھنسا ہوا ہے۔ وہ بے دھڑک کمرے میں داخل ہو گیا۔

قدموں کی چاپ سن کر اس بھیانک شخص نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا:

"تم آ گئی ہو۔ تم مجھے مار کیوں نہیں دیتی۔ میں اس عذاب سے تنگ آ گیا ہوں"

عنبر نے کہا:

"اے شخص تو کون ہے اور تجھے اس حال میں کس نے پہنچایا ہے"

عنبر کی آواز سن کر وہ بھیانک شخص چونک پڑا۔ اس نے عنبر کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کروٹیں لے رہی تھی۔ اس بھیانک شخص نے کہا:

"تم یہاں کیسے آ گئے"

عنبر نے کہا:

"میری بات چھوڑو میں ہر جگہ آ جا سکتا ہوں تم اپنی سناؤ"

بھیانک شخص نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میری کیا سنو گے۔ میں قسمت کا مارا بدنصیب ہوں۔ میرا نام رونالڈ ہے۔ یہ غار ایک خون خوار جادوگرنی کا ٹھکانہ ہے۔ جو انسانی خون پیتی اور انسانی گوشت کھاتی ہے میں اس کے طلسم میں قید ہوں۔ میرا جسم دیکھ رہے ہو۔ ہڈیوں کا ڈھانچہ۔ میں مکمل انسان ہوں۔ میرا گوشت اس تابوت میں بند ہے۔ وہ جادوگرنی جب چاہتی ہے میرا گوشت نکال کر مجھے مکمل انسان بنا لیتی ہے اور پھر۔ میں تمہارے سامنے ہوں نجانے اس نے مجھے کیوں قید کر رکھا ہے جب تک وہ مرے گی نہیں میں یونہی رہوں گا۔"

بھیانک شخص کی آنکھیں بھر آئیں۔ دو آنسو اس کی گالوں پر لڑھک آئے پھر وہ چونک کر بولا:

"تم۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔ وہ جادوگرنی قبرستان میں لاش نکالنے گئی ہے ابھی آ جائے گی پھر شاید تمہارا حال بھی میرے جیسا ہو۔"

عنبر نے کہا:

"تم یہاں سے بھاگ کیوں نہیں جاتے۔"

بھیانک شخص درد بھرے انداز میں ہنسا۔ اس نے کہا:

"میں جادو کی وجہ سے اس کمرے سے باہر نہیں نکل سکتا۔ ویسے اگر نکل بھی سکتا تو اس حال میں کہاں جاتا۔"

عنبر نے کہا:

"گھبراؤ مت میں تمہیں یہاں سے نکالوں گا۔ میں جادوگرنی کو فنا کر دوں گا۔"

بھیانک شخص نے سر جھکا لیا۔ عنبر کمرے سے نکل آیا۔ اس نے دوسرے کمروں کو دیکھا۔ ایک کمرے میں انسانی ہڈیوں کا انبار لگا تھا۔ دروازے کے پاس ایک کھوپڑی تھی پیلاہٹ مائل انسانی کھوپڑی۔ غار میں جو تیز بدبو پھیلی ہوئی تھی وہ گلتے سڑتے گوشت کی تھی۔ عنبر دوسرے کمرے کی طرف بڑھا۔ اس کمرے میں جادوگری کا سامان تھا۔ دیواروں سے مختلف جانوروں کے سر لٹک رہے تھے۔

ایک طرف سیاہ پتھر کی قربان گاہ بنی ہوئی تھی جس پر خون جم کر کالا ہو چکا تھا۔ قربان گاہ کے اوپر ایک منحوس شکل والی مورتی نصب تھی جس کے قدموں میں ایک دیا روشن تھا۔ چھت سے سؤر اور گائے کی کھالوں سے بنی دو مشکیں لٹک رہی تھیں جن میں نجانے کیا بھرا ہوا تھا۔

عنبر غار میں آگے بڑھنے لگا۔ کچھ دور جا کر پتھر کی سیڑھیاں آ گئی جو اوپر کو جا رہی تھیں۔ عنبر سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر ایک گول دروازہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا جو لکڑی سے بنا ہوا تھا۔ دروازہ باہر سے بند تھا۔ عنبر نے دروازے کو زور سے ٹکر ماری تو باہر لگی کنڈی ٹوٹ گئی اور بھیانک چرچراہٹ کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔ عنبر باہر نکل آیا۔

کھلی فضا میں آتے ہی عنبر نے گہری سانس لی اور ادھر اُدھر دیکھا۔ وہ جنگل میں قبرستان کے پاس کھڑا تھا۔ عنبر قبرستان میں داخل ہو گیا۔ اسے آدم خور جادو گرنی کی تلاش تھی۔

شام کی دھندلی روشنی میں دور تک پھیلی ہوئی چھوٹی چھوٹی ٹوٹی پھوٹی قبریں یوں دکھائی دیتی تھیں جیسے سینکڑوں لوگ گھٹنوں میں سر دیئے رو رہے ہوں۔ شائیں شائیں کرتی تیز ہوا چل رہی تھی۔ قبرستان کے پرانے ٹنڈ منڈ درختوں کے پتے آپس میں ٹکرا کر ایسا شور پیدا کر رہے تھے جیسے کئی خبیث چڑیلیں اپنی مکروہ آواز میں درد اور اذیت سے چلا رہی ہوں۔

عنبر قبروں کے درمیان سے گزرتا اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ زمین پر پڑے سوکھے پتے اس کے پاؤں تلے چرچرانے سے بڑی ہولناک آواز پیدا ہوتی تھی۔ اس پرانے قبرستان کے دوسرے سرے پر ایک ٹوٹا پھوٹا کمرہ تھا۔

جو شاید گورکن کے لیے بنایا گیا تھا۔

عنبر اسی کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ چلتے چلتے اس کا پاؤں پھسلا اور وہ ایک کھلی پرانی قبر میں گر گیا۔ عنبر کے قبر میں گرتے ہی پرانی ہڈیوں کے کڑکڑانے کی خوفناک آواز پیدا ہوئی۔ عنبر جلدی سے اٹھا۔ قبر میں پڑے ڈھانچے کی ہڈیاں ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں۔ عنبر قبر سے نکل آیا اور آگے بڑھا۔

جادو گرنی ٹوٹے کمرے میں موجود تھی۔ اس کے بال کھلے ہوئے تھے۔ اس نے کالے رنگ کا چوغہ پہن رکھا تھا۔ گلے میں ہڈیوں کی مالا اور سر پر الو کے پروں کا تاج تھا۔ جادو گرنی زمین پر بیٹھی تھی۔ اس کے سامنے ایک بچے کی لاش تھی اور ہاتھ میں تیز دھار خنجر۔

کوئی منتر پڑھتے ہوئے جادو گرنی نے ہولناک چیخ ماری اور خنجر لہرا کر لاش کے سینے میں اتار دیا۔ خون نکل آیا۔ جادو گرنی نے دونوں ہاتھوں سے چلو بنا کر خون بھرا اور اپنے منہ پر مل لیا۔ خون دیکھ کر اسے بے حد مسرت ہو رہی تھی۔

جادو گرنی نے لاش کا دل اور کلیجہ نکال کر ایک طرف رکھا اور دانتوں سے گوشت کاٹ کاٹ کر کھانے لگی۔ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے بھدے۔ بھدے موٹے ہونٹوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ بڑی بڑی سرخ آنکھیں درندگی کا آئینہ دار تھیں۔ اس کا چہرہ انتہائی دہشت ناک ہو رہا تھا جس پر خباثت اور لعنت برس رہی تھی۔

جادو گرنی کلیجہ اور دل اٹھائے کمرے سے نکل آئی عنبر جلدی سے ایک درخت کی آڑ میں ہوگیا۔ جادو گرنی ایک قبر کے سرہانے بیٹھ گئی اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر منتر پڑھتے ہوئے پھونکیں مارنے لگی۔ جادو گرنی کے حلق سے پھٹے ڈھول کی سی آواز نکل رہی تھی۔

پھر عنبر کے دیکھتے ہی دیکھتے قبر پھٹ گئی اور ایک مردہ باہر نکلا۔ جادو گرنی نے جلدی سے کلیجہ مردے کی طرف بڑھایا۔ مردے نے کچر کچر کی کریہہ آواز کے ساتھ کلیجہ چبا ڈالا۔ مردے کے جبڑوں کی ہڈیاں بڑی تیزی سے حرکت کر رہی تھیں۔ کلیجہ چبانے کے بعد مردے کے منہ سے خرخر کرتی دہشت ناک آواز نکلی:

"بول اے جادو گرنی۔ کیا چاہتی ہے؟"

جادو گرنی نے کہا:

"میں پیاسی ہوں۔ میں پیاسی ہوں۔"

قبرستان کے پُر ہول اور پُر اسرار سناٹے میں جادوگرنی

کی آواز کی بازگشت گونجی۔ "میں پیا۔ آ۔ آ۔ آ۔ سی۔ سی۔ ہے۔ ہے۔ ہوں۔"

مردے کی خرخر کرتی آواز ابھری۔

"تیری پیاس بجھانے کے لیے میں کیا کروں۔ جلدی بتا۔ جلدی بتا۔"

جادو گرنی نے کہا:

"میری پیاس انسانی خون سے بجھے گی۔ کسی زندہ انسان کے تازہ گرم اور نمکین لہو سے۔"

مردہ بولا:

"میں تیری یہ خواہش ضرور پوری کروں گا۔"

اسی وقت عنبر درخت کی اوٹ سے نکلا اور جادوگرنی کی طرف بڑھتا ہوا بولا:

"تیری پیاس میں بجھاؤں گا اور ایسی بجھاؤں گا کہ پھر تجھے پیاس ہی نہ لگے گی۔"

مردے نے عنبر کو دیکھتے ہی ہولناک چیخ ماری اور قبر میں چھلانگ لگائی۔ عنبر نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کی ٹانگ پکڑ کر اسے سر پر گھماتے ہوئے زمین پر دے مارا۔ مردے کی ایک ایک ہڈی علیحدہ ہوگئی۔ جادو گرنی دونوں بازو کھول کر چلائی:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اے انسان۔ میں تجھے بھسم کر دوں گی۔" یہ کہہ کر اس نے منتر پڑھ کر عنبر پر پھونکا مگر عنبر پر جادو گرنی کا جادو نہیں چل سکتا تھا۔ عنبر نے اس کی گردن دبوچ لی اور دوسرے ہاتھ سے جادو گرنی کے منہ پر مکا مارا۔ جادو گرنی کا ایک ڈیلا باہر نکل آیا۔

جادو گرنی عنبر کی گرفت سے آزاد ہونے کے لیے مچلتی ہوئی چلائی:

"اے خدائے سامری۔ میری مدد کر۔"

عنبر نے کہا:

"تیرے سامری کی ایسی تیسی۔" عنبر نے جادو گرنی کو سر سے بلند کر کے ہوا میں چکر دے کر ایک درخت کے ساتھ دے مارا۔ جادو گرنی نے ذبح ہوتے ہوئے بکرے کی طرح چلائی اور تڑپتی ہوئی مر گئی۔

مرتے ہی جادو گرنی کا جسم ایک انتہائی عمر رسیدہ اور بدصورت عورت کی شکل میں تبدیل ہونے لگا۔ پھر عنبر کے دیکھتے ہی دیکھتے جادو گرنی کے جسم کا گوشت گلنے سڑنے لگا اور ہڈیاں ٹوٹنے لگیں۔ کڑکڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہڈیاں ٹوٹیں اور جلنے لگیں۔ کچھ دیر بعد زمین پر راکھ کا ایک ڈھیر پڑا تھا۔

خون خوار جادو گرنی کا خاتمہ کرنے کے بعد عنبر واپس چل دیا۔ تیز ہوا چلنا یکایک بند ہو گئی تھی۔ قبرستان میں گہری خاموشی چھا گئی تھی۔ عنبر جس قبر کے پاس سے بھی گزرتا اسے ٹھنڈی سانس لینے کی آواز آتی جیسے مردے کہہ رہے ہوں اے پانچ ہزار سال سے زندہ انسان تیرا شکریہ۔ تو نے ہمیں منحوس جادو گرنی سے نجات دلائی۔

عنبر قبرستان سے باہر نکل آیا اور جادو گرنی کے غار میں داخل ہوا جب وہ اندر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ رونالڈ خوشی سے ناچ رہا ہے۔ اس کا پورا جسم اب گوشت پوست کا تھا۔ عنبر کو دیکھتے ہی وہ اس سے لپٹ گیا اور بولا:

"اے اجنبی۔ تو میرے لیے رحمت بن کر آیا ہے۔ بول میں تیرا کس منہ سے شکریہ ادا کروں۔"

عنبر نے ہنس کر کہا:

"اسی منہ سے شکریہ ادا کر دے اب دوسرا کہاں ڈھونڈتا پھرے گا۔"

رونالڈ قہقہہ مار کر ہنس پڑا پھر یکایک اس کی ہنسی رک گئی وہ چند قدم پیچھے ہٹ کر عنبر کو گھورنے لگا اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حیرت بھرے لہجے میں بولا:

"تم نے اس ظالم جادو گرنی کو کس طرح مار ڈالا؟"

رونالڈ کے سامنے تو ایک بیس سالہ دُبلا پتلا مصری نوجوان کھڑا تھا۔ اسے کیا خبر تھی کہ عنبر ہزاروں سال سے زندہ چلا آ رہا ہے اور مصر کے ایک فرعون عاطون کا بیٹا ہے۔ اسے مصر کے قبرستان میں ایک پر اسرار آواز نے کہا تھا کہ "اے عنبر تم ہمیشہ کی زندگی پا چکے ہو اب تم کبھی نہیں مرو گے"۔ اس وقت عنبر کی عمر بیس سال تھی اور اس کے بعد اس کی عمر میں ایک دن، ایک گھنٹہ بلکہ ایک منٹ کا اضافہ بھی نہیں ہوا تھا۔

عنبر نے کہا:

"میں مسلمان ہوں۔ ایک خدا کی عبادت کرنے والا ہوں۔ ہمارے مذہب اسلام میں جادو حرام ہے بلکہ اسلام دنیا میں جادو توڑنے اور لوگوں کو سیدھی راہ دکھانے کے لیے آیا ہے۔"

رونالڈ نے کہا:

"نیک دل انسان۔ اسلام قبول کرنے کے بعد کیا کرنا پڑتا ہے۔"

عنبر نے جواب دیا:

"ہر بڑے کام سے بچنا پڑتا ہے۔ جھوٹ، چغلی، بدزبانی، چوری یہ سب بڑے کام ہیں۔ اسلام ہمیں نیک کام کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ پتھر کے بتوں کو چھوڑ کر اس ایک خدا کی عبادت کرو جس نے زمین و آسمان بنائے۔"

رونالڈ نے متاثر ہو کر کہا:

"عنبر۔ میں ایک خدا پر ایمان لاتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ بڑے کاموں سے بچوں گا۔"

عنبر بڑا خوش ہوا۔ دونوں غار سے نکلے۔ اندھیرا پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ عنبر اندازے سے روم کے شہر کی طرف چل دیا مگر یہ اس کی غلط فہمی تھی۔ وہ اندازے کی غلطی سے روم کے نزدیک پہنچنے کی بجائے دور ہوتے جا رہے تھے۔

◎

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پُراسرار قلعہ

جنگل بڑا گھنا تھا۔ لمبی لمبی سبز سبز گھاس کی جھاڑیاں یہاں وہاں نظر آ رہی تھیں۔ کہیں درختوں کی جڑوں نے نے راستہ روک رکھا تھا۔ تو کہیں درختوں کے بڑے بڑے تنے رکاوٹ بنتے۔

عنبر اور رونالڈ ایک چھوٹی سی پگڈنڈی پر چلے جا رہے تھے۔ یہ جنگلی راستہ جھاڑ جھنکاڑ سے بھرا پڑا تھا۔ درختوں کی لمبی شاخیں ایک دوسرے میں پھنسی ہوئی تھیں اور زمین کو چھُو رہی تھیں۔ ان میں سے کوئی درخت پھل دار نہ تھا۔ عنبر اور رونالڈ آگے بڑھتے رہے یوں ہی چلتے چلتے رات ہو گئی۔ گھپ اندھیرا چھا گیا۔ عنبر اندھیرے میں بھی دیکھ سکتا تھا وہ رونالڈ کا ہاتھ پکڑے چلتا رہا۔ کچھ دیر بعد چاند نکل آیا اور اس کی زرد زرد روشنی پتوں سے چھن چھن کر آنے لگی۔ رونالڈ چلتے چلتے رُک گیا۔ اس نے کہا:

"عنبر بھائی۔ اب مجھ سے نہیں چلا جاتا۔ لگتا ہے ہم راستہ بھول گئے ہیں، ورنہ روم کا شہر اتنی دُور تو نہیں۔"

عنبر کو بھی اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ وہ غلط راستے پر آ گئے ہیں۔ اس نے کہا:

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہم واقعی راستہ بھول چکے ہیں۔"

رونالڈ نے کہا:

"اب کیا ہوگا۔ مجھے تو شدید بھوک اور پیاس لگی ہے، حلق خشک ہوا جا رہا ہے۔"

عنبر کو تو بھوک پیاس لگتی نہیں تھی۔ رونالڈ کا بُرا حال تھا۔ عنبر جانتا تھا کہ جنگلوں میں ایسے درخت بھی پائے جاتے ہیں جن کی جڑیں پانی اور نشاستے سے بھری ہوتی ہیں۔ وہ رونالڈ کو ہوشیار رہنے کی ہدایت کر کے کسی ایسے درخت کو تلاش کرنے لگا۔ عنبر کو زیادہ وقت کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ جنگل میں ایسے درخت بے شمار تھے۔ عنبر نے ڈھیر ساری جڑیں اکٹھی کیں اور واپس چلا آیا۔ رونالڈ نے جڑیں چوسیں تو اس کی جان میں جان آئی۔ اس نے عنبر سے کہا:

"بھائی تم بھی تو لو۔"

عنبر اس پر اپنی خفیہ طاقت ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس لیے جڑیں چوسنے لگا۔ رونالڈ نے بڑے غور سے اسے دیکھتے ہوئے کہا:

"بھائی۔ تم تھکے ہوئے معلوم نہیں ہوتے پھر تمہارے چہرے اور بازوؤں پر کانٹے دار جھاڑیوں سے کوئی خراش نہیں آئی جب کہ مجھے بے شمار خراشیں آئی ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟"

عنبر نے اسے ٹالنے کے لیے کہا:

"بس مجھ پر خدا تعالیٰ کی خاص رحمت ہے ان تکلیفوں کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔"

رات خاموش اور ویران تھی۔ چاندنی میں درختوں کے پتوں کے سائے جھاڑیوں پر یوں پڑ رہے تھے جیسے بھوت ناچ رہے ہوں۔ کبھی کبھی کوئی الو اپنی منحوس آواز میں چیختا تو ماحول کی پُر اسراریت اور خوف ناکی میں مزید اضافہ ہو جاتا۔ عنبر اور رونالڈ گھاس پر بیٹھے تھے۔ عنبر نے کہا:

"بھائی ہمیں رات گزارنے کے لیے کوئی محفوظ جگہ تلاش کرنا چاہیئے یہاں سانپوں اور جنگلی درندوں کا خدشہ ہے۔"

رونالڈ نے خوف زدہ آواز میں کہا:

"ہاں۔ اس جنگل میں بڑے زہریلے سانپ پائے جاتے ہیں چلو کوئی محفوظ جگہ ڈھونڈتے ہیں۔"

دونوں کا سفر پھر جاری ہو گیا۔ دشوار گزار گھاٹیوں اور کانٹوں بھری جھاڑیوں سے اٹے راستوں پر گزرتے وہ آگے بڑھتے رہے۔ رات آدھی ہو گئی تھی۔

چاند کسی گول چمک دار تھال کی طرح آسمان سے لٹکا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ستاروں کی کہکشاں سجی ہوئی تھی۔ رونالڈ اب بہت تھک چکا تھا اور ہانپ رہا تھا۔ وہ ایک ٹیلے پر بیٹھ گیا اور درخت کی جڑ چوستا ہوا بولا:

"بس بھائی۔ اب میں چلنے سے رہا۔"

عنبر نے کہا:

"اچھا۔ میں نزدیکی علاقے میں دیکھتا ہوں شاید کوئی غار وغیرہ ہو۔"

عنبر ٹیلے سے اتر کر آگے بڑھا ہی تھا کہ اسے رونالڈ کی زوردار چیخ سنائی دی۔ وہ چلا رہا تھا:

"ہائے۔۔۔ سانپ نے کاٹ لیا۔ میں مرا۔ ہائے سانپ نے کاٹ لیا۔"

عنبر دوڑتا ہوا واپس پہنچا۔ رونالڈ زمین پر لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے بولا:

"عنبر بھائی۔۔۔ مجھے کالے سانپ نے ڈس لیا۔ میں مر رہا ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سانپ نے رونالڈ کی ٹانگ پر کاٹا تھا اور زہر کا اثر ہونے لگا تھا۔ عنبر نے جلدی سے اپنی قمیض پھاڑ کر رونالڈ کی ٹانگ پر کس کر پٹیاں باندھ دیں۔ ڈونالڈ کے منہ سے نیلی جھاگ نکلنے لگی تھی وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

عنبر فوراً زمین پر آلتی پالتی مار کے بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر سگنل نشر کرنے لگا:

"اے سانپ۔ میں عظیم ناگ دیوتا کا بھائی ہوں۔ تو نے میرے دوست کو ڈس لیا ہے واپس آ اور زہر چوس"

ڈونالڈ کو ڈسنے والا کالا سانپ زیادہ دور نہ گیا تھا کہ عنبر کا سگنل اس کے جسم سے ٹکرایا۔ ساتھ ہی اس کو عنبر کے جسم میں سے نکلتی عظیم ناگ دیوتا کی بُو محسوس ہوئی۔ وہ تڑپ کر مڑا اور سگنل دیا۔ سانپ کے سگنل کی لہریں عنبر کے دماغ سے ٹکرا کر لفظ بن گئیں:

"عظیم ناگ دیوتا کے بھائی۔ میں آ رہا ہوں"

عنبر نے سانپ کا سگنل پاتے ہی آنکھیں کھول دیں۔ چند منٹ بعد گھنی جھاڑیوں سے چھ فٹ لمبا اور موٹا کالا سانپ نکلا۔ چاندنی میں اس کی کھال چمک رہی تھی۔ اس نے عنبر کے آگے سر جھکایا اور سگنل دیا۔

"عظیم ناگ دیوتا کے بھائی۔ میری خطا معاف کر دے۔

مجھے پتہ نہ تھا کہ یہ تمہارا دوست ہے"

عنبر نے جوابی سگنل دیا:

"جلدی سے اس کے جسم سے اپنا زہر واپس چوس لو"

کالے سانپ نے ادب سے عرض کی:

"جو حکم ناگ دیوتا کے بھائی" کالے سانپ نے آگے بڑھ کر رونالڈ کی ٹانگ کے زخم پر منہ رکھ دیا اور زہر چوسنے لگا۔ کچھ دیر بعد اس نے اپنا منہ زخم سے ہٹایا اور اپنا سر عنبر کے قدموں میں رکھ دیا۔

عنبر نے کہا:

"چلے جاؤ اور بلاوجہ انسانوں کو مت ڈسا کرو"

کالا سانپ رینگتا ہوا جھاڑیوں میں گم ہو گیا۔ رونالڈ کے منہ سے جھاگ نکلنا بند ہو گئی تھی اور وہ ہوش میں آ رہا تھا۔ پھر اس نے آنکھیں کھول دیں اور حیرانگی سے عنبر کی طرف دیکھا اور بولا:

"میں زندہ ہوں؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"مجھے تو زندہ لگ رہے ہو"

رونالڈ بولا:

"مجھے تو کالے سانپ نے ڈس لیا تھا اور کالے سانپ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا ڈسا تو زندہ نہیں بچتا۔"

عنبر نے جواب دیا:

"خدا کو تمہاری زندگی منظور تھی لہذا تم بچ گئے۔ جب تمہاری موت لکھی ہوئی ہے اس وقت تمہیں کوئی نہ بچا سکے گا موت کا فرشتہ تمہیں دبوچ لے گا۔"

رونالڈ نے کہا:

"عنبر۔ تم میں کوئی خاص بات ہے تم عام انسان نہیں۔"

عنبر ہنس دیا اور بولا:

"اچھا۔ اب میں کوئی محفوظ پناہ گاہ ڈھونڈنے جاؤں۔"

رونالڈ نے جلدی سے کہا:

"نہ بھائی۔ میں اکیلا نہ رہوں گا تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ تمہاری موجودگی میں نجانے کیوں مجھے یہ احساس رہتا ہے کہ میں محفوظ ہوں۔"

عنبر نے کہا:

"جیسے تمہاری مرضی۔" دونوں پھر چل پڑے۔

چلتے چلتے عنبر رک گیا۔ گھنے درختوں کے اس پار چاند کی روشنی میں کسی قلعے کا ہیولا سا نظر آ رہا تھا۔

عنبر نے کہا:

"رونالڈ بھائی۔ تم اس قلعے کے بارے میں کچھ جانتے ہو۔"

رونالڈ نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا:

"یہ ہم کدھر آ گئے۔ اس قلعے کے متعلق مشہور ہے کہ یہ بد روحوں کا ٹھکانہ ہے جو آتا ہے زندہ نہیں جاتا۔"

عنبر نے کہا:

"واہ۔ مزا آ گیا۔ بد روحوں سے ملاقات کر کے مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے آؤ ذرا ان کی خیریت دریافت کریں۔"

رونالڈ نے حیرانگی سے عنبر کی طرف دیکھا اور کہا:

"تم ڈرتے نہیں ہو۔"

عنبر نے کہا:

"مسلمان خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ سچے مسلمان کو کوئی بڑی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

رونالڈ بولا:

"اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم عام انسان نہیں ہو۔ تم نے جادوگرنی کو مار ڈالا۔ سانپ نے مجھے ڈسا مگر میں بچ گیا۔ اب تم بد روحوں کا ذکر سن کر گھبرانے کی بجائے خوش ہو رہے ہو۔ تم کوئی خاص طاقت رکھتے ہو۔"

عنبر نے اکڑ کر کہا:

"میں ہزاروں سال سے زندہ ہوں اور کبھی نہیں مر سکتا۔ یہی طاقت کیا کم ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا؟" رونالڈ کے حلق سے چیخ نکل گئی وہ لڑکھڑا کر پیچھے کو ہٹا۔

عنبر نے جب دیکھا کہ رونالڈ خوف زدہ ہو گیا ہے تو اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا:

"واہ دوست۔ تم نے سچ مان لیا۔ میں تو مذاق کر رہا تھا بھلا کوئی انسان ہزاروں سال سے زندہ رہ سکتا ہے؟"

عنبر کی بات سن کر رونالڈ کی جان میں جان آئی۔ رات کی بڑھتی ہوئی اور گہری ہوتی ہوئی تاریکی اور ہولناک سناٹے میں وہ قلعے کے پاس پہنچ گئے۔ یہاں ہر طرف عجیب سی بھیانک سوگوار خاموشی تھی۔ رونالڈ کے چہرے سے خوف اور دہشت عیاں تھی۔

قلعہ کالے رنگ کے پتھر کے بھاری اور بڑے بلاکوں سے بنا ہوا تھا۔ یہ بھاری پتھر ایک دوسرے کے اوپر تلے رکھے گئے تھے۔ حیران کن بات یہ تھی کہ قلعے کا دروازہ کوئی نہ تھا۔ چاروں طرف گولائی کی شکل میں دیواریں سر اٹھائے کھڑی تھیں۔

عنبر کو یقین تھا کہ قلعے میں داخلے کا کوئی راستہ ہو گا پھر اسے راستہ مل گیا۔

◎

چھ تابوت اور چمکیلی لاشیں

گھنی جھاڑیوں میں ایک گول سوراخ تھا جس میں پتھر کی سیڑھیاں نیچے کو جا رہی تھیں۔

عنبر نے کہا:

"رونالڈ۔ ڈرو مت اور میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔"

دونوں سیڑھیاں اترنے لگے۔ زینہ اتر کر انہیں ایک دروازہ نظر آیا جو چھوٹا تھا۔ ایک وقت میں صرف ایک آدمی اس دروازے سے گزر سکتا تھا۔ دروازے کے دوسری طرف سرنگ تھی جس میں عجیب سی سبز رنگ کی روشنی ہو رہی تھی۔ یہ روشنی دیواروں کے پتھروں سے پھوٹ رہی تھی۔ ماحول میں ناگوار بو پھیلی ہوئی تھی جیسے مدت سے تازہ ہوا یہاں سے نہ گزری ہو۔

اس سرنگ کے اختتام پر ایک دروازہ تھا جس سے گزر کر عنبر اور رونالڈ ایک بڑے ہال میں پہنچے۔ ہال کے خاتمے پر ایک خوبصورت گیلری بنی ہوئی تھی۔ ہال کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیواروں سے مختلف ہتھیار لٹک رہے تھے۔ ایک دیوار میں آتش دان تھا جس میں لکڑیاں جل رہی تھیں اور سرخ شعلے لپلپا رہے تھے۔

رونالڈ کا حلق خوف سے خشک ہونے لگا۔ عنبر بھی حیران تھا۔ ہال کے وسط میں ایک چبوترہ بنا ہوا تھا جس پر چھ خوب صورت تابوت پڑے تھے۔ ان تابوتوں سے سبز رنگ کی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ عنبر نے آگے بڑھ کر دیکھا تو اس پر حیرت کا ایک اور حملہ ہوا۔

تابوتوں کا بالائی حصہ شیشے کا بنا ہوا تھا اور تابوتوں میں عجیب مخلوق کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ یہ شکل وشباہت میں بن مانس جیسی مخلوق تھی مگر ان کا چہرہ لمبوترہ تھا۔ سارے جسم پر لمبے لمبے بال تھے اور سر پر بالوں کے دو سینگ بنے ہوئے تھے۔ ان کے پنجے چوڑے تھے اور لمبے لمبے تیز ناخن تھے۔ انگلیاں لمبی ہونے کی بجائے چوڑی اور مخروطی تھیں۔ اس عجیب مخلوق کے جسم سے سبز رنگ کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔

رونالڈ کپکپاتی آواز میں بولا:

"عنبر بھائی۔ یہاں سے نکل چلو ورنہ مارے جائیں گے۔"

عنبر نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ

تابوتوں پر کھدی ہوئی عبارت پڑھنے لگا۔ یہ قدیم مصری زبان تھی جسے عنبر پڑھ سکتا تھا لکھا تھا:

"جو شخص ان تابوتوں کو چھیڑے گا وہ عذاب سے نہ بچ سکے گا۔"

عنبر چبوترے سے اتر آیا۔ اگر اس قلعے میں آتشدان روشن نہ ہوتا تو عنبر یقین کر لیتا کہ صدیوں سے اس قلعے میں کسی انسان نے قدم نہیں رکھا۔

عنبر نے کہا:

"رونالڈ بھائی۔ خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اطمینان رکھو۔"

ابھی عنبر نے الفاظ ادا کیے ہی تھے کہ بادلوں کی گرج اور بجلی کی خوف ناک چمک نے قلعے کو لرزا دیا۔ آتش دان میں لکڑیاں چٹخیں اور شعلے کی سرخ زبانیں باہر کو لپکنے لگیں پھر زور دار گڑگڑاہٹ کے ساتھ تمام تابوتوں کے ڈھکن اوپر اٹھ گئے۔

وہ عجیب مخلوق جو اس قدیم اور ویران قلعے کے تابوتوں میں بند تھی اٹھ بیٹھی۔ ان کے سوجے ہوئے پپوٹوں والی آنکھیں کھل گئیں۔ ان کے اعضاء میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ تابوتوں سے باہر نکل آئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈونالڈ تو چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ عنبر بے خوفی سے اس عجیب اور ہیبت ناک مخلوق کو دیکھ رہا تھا۔ اس مخلوق کے چمک دار، بالوں سے بھرے لمبوترے چہرے اور سرخ آنکھیں اتنی خوفناک نظر آ رہی تھیں کہ کمزور آدمی کے دل کی حرکت ہی بند ہو جاتی۔

وہ متحرک چمکیلی مخلوق ہاتھ پھیلائے عنبر کی طرف بڑھنے لگی۔ عنبر کے پاس آ کر وہ رُک گئی۔ پھر ایک نے گہرا سانس لیا۔ اس کے منہ سے آگ کا شعلہ نکلا اور ایک منمناتی آواز آئی:

"کرۂ ارض کے قدیم ترین انسان۔ خوش آمدید۔"

عنبر نے سنبھل کر کہا:

"تم کون ہو اور میرے بارے میں کیسے جانتے ہو؟"

عجیب مخلوق نے کہا:

"اے انسان۔ ہم تمہاری زمین سے تعلق نہیں رکھتے ہمارا سیارہ دوسرا ہے۔ آج سے آٹھ ہزار سال پہلے ہمارا سیارہ سورج کے گرد چکر لگاتا ہوا زمین کے پاس سے گزرا تھا۔ تو ہمیں ایک اڑن طشتری نے زمین پر اتار دیا تھا تاکہ ہم یہ معلوم کر سکیں کہ اس سیارے پر کوئی مخلوق بستی ہے یا نہیں۔"

ہم یہاں آئے جگہ جگہ گھومے اور ان شوں کی تیز آوازیں ہم جس سیارے سے تعلق رکھتے ہیں وہ ایک نے کہا، سورج کے گرد چکر کاٹتا ہے اور ہر آٹھ ہزار سال کے بعد زمین کے پاس سے گزرتا ہے۔ اب وہ وقت آ گیا ہے۔ ممکن ہے۔ ہمارا سیارہ اسی وقت یا کل صبح یا چند دن بعد زمین کے پاس سے گزرے پھر ہم واپس اپنے سیارے پر چلے جائیں گے۔ ہمیں یہ طاقت حاصل ہے کہ ہم دوسروں کے ذہن پڑھ سکتے ہیں۔ تمہارا ذہن پڑھ کر ہی ہمیں معلوم ہوا کہ تم پانچ ہزار سال سے زندہ ہو۔"

عنبر نے پوچھا:

"تمہارا سیارہ بھی ہماری زمین کی طرح ہے۔"

عجیب مخلوق بولی:

"نہیں۔ ہمارا سیارہ زمین سے بہت مختلف ہے۔ اس پر درخت نہیں ہیں۔ صرف بڑے بڑے پہاڑ ہیں اور ہم انہی پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ ہم ترقی میں تم سے بہت آگے ہیں۔ جو سائنسی ایجادات تم ہزار سال بعد کرو گے وہ ہم بہت پہلے کر چکے ہیں پھر ہمارے سیارے پر زندگی بہت لمبی ہوتی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رونالڈ تو چیخ مارکر تو انسان سو ڈیڑھ سو سال بعد مر سے اس عجب ہمارے سیارے پر تو ایک دن تمہارے ایک سال کے برابر ہوتا ہے۔ اور ہم تیس ہزار سال تک زندہ رہتے ہیں۔ ہمارا سیارہ سورج سے بہت دور ہے اس لیے شدید سردی ہوتی ہے۔ پانی بھی برف کی شکل میں ہوتا ہے۔"

عنبر کی زندگی میں پہلا موقع تھا کہ وہ کسی دوسرے سیارے کی مخلوق سے مل رہا تھا۔ اس نے سوچا اگر میرے ساتھ ناگ ہوتا اور اس مخلوق کو دیکھ لیتا تو بعد میں اس مخلوق کا روپ دھار سکتا۔ ناگ کو یہ طاقت حاصل تھی کہ وہ جس جانور یا مخلوق کا تصور اپنے ذہن میں لا کر گہری سانس لیتا ویسا ہی بن جاتا تھا۔

عنبر نے کہا:

"کوئی بھولا بھٹکا شخص ادھر آ نکلے تو تم اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو؟"

عجیب مخلوق بولی:

"ہم اسے کچھ نہیں کہتے لیکن جو ہمارے تابوتوں کو چھیڑتا یا یہاں کی کوئی شے باہر لے جانے کی کوشش کرتا ہم اسے ہلاک کر دیتے تھے۔"

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ شوں شوں کی تیز آوازیں آنے لگیں۔ عجیب مخلوق چونک اٹھی پھر ایک نے کہا:

"لگتا ہے ہمارا سیارہ زمین کے قریب آ گیا ہے اور سیارے سے اڑن طشتری آ رہی ہے۔"

ہال کی ایک نکڑ میں سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں جو اوپر جاتی تھیں۔ ان سیڑھیوں کے راستے عنبر اور دوسرے سیارے کی مخلوق قلعے کی چھت پر پہنچے۔ چھت کے اوپر گول روشن بہت بڑی تھالی سی گھوم رہی تھی۔ یہ اڑن طشتری تھی۔

عجیب مخلوق نے خوشی سے کہا:

"ہمارے ساتھی آ رہے ہیں۔"

فضا میں شوں شوں کی ایسی سنسناہٹ پھیلی ہوئی تھی جیسے کسی بڑی دیگچی میں پانی کھول رہا ہو۔ اڑن طشتری نیچے آتی گئی۔ اس کی شکل ایسی تھی جیسے سر پر رکھنے والی کسی ہیٹ کو اُلٹا رکھ کر اس پر دوسرا ہیٹ سیدھا رکھ دیا گیا ہو۔

اڑن طشتری سے سبز رنگ کی تیز روشنی خارج ہو رہی تھی چکر کھاتی ہوئی اڑن طشتری قلعے کی چھت کے نزدیک پہنچ گئی۔ پھر اس کے نچلے حصے سے چار آہنی ٹانگیں نکل کر قلعے کی چھت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر ٹک گئیں۔ شوں شوں کی آواز اب بند ہو گئی تھی۔ یکایک اڑن طشتری کا نچلا حصّہ اندر کو دھنس گیا اور ایک سیڑھی باہر نکلی اور اسی طرح کی مخلوق اندر سے نکلی۔

قلعے کے تابوتوں والی مخلوق ان کی طرف بڑھی اور کسی اجنبی زبان میں باتیں کرنے لگی۔ اڑن طشتری سے نکلنے والے بار بار عنبر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ غالباً اس کے متعلق بات چیت ہو رہی تھی۔

پھر آنے والے نیچے چلے گئے۔ جب وہ واپس آئے تو انہوں نے تابوت اٹھا رکھے تھے۔ ایک چمکیلی مخلوق عنبر کے پاس آئی اور کہا:

"اچھا اے انسان۔ ہم جا رہے ہیں۔ ان تابوتوں میں وہ کاغذ ہیں جن پر ہماری ہزاروں سال کی تحقیقی باتیں لکھی ہیں"

عنبر سے ہاتھ ملا کر وہ مخلوق چلی گئی۔ اڑن طشتری کا دروازہ بند ہو گیا۔ شوں شوں کی تیز آواز پیدا ہوئی اور اڑن طشتری اوپر اٹھنے لگی۔ اس کی رفتار بے حد تیز تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک چھوٹا سا ستارہ نظر آنے لگی۔ عنبر نے سوچا خدا تعالیٰ کی بنائی کائنات کس قدر وسیع ہے کہ کوئی انسان اس مکمل کائنات کے بارے میں نہیں جان سکتا۔ یہی سوچتا ہوا عنبر سیڑھیوں سے اتر کر ہال میں آ گیا۔ ڈونالڈ بے ہوش

پڑا تھا۔

اب ہم ابلیس جادوگر کی خبر لیں کہ وہ کہاں ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے۔ یہ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ ابلیس جادوگر نے ماریا کو چڑیلوں کی ملکہ کی مدد سے پتھر کا بنا کر قید کر رکھا ہے اور عنبر کی تلاش میں ہے۔

ابلیس جادوگر عنبر کو تلاش کرتا ہوا روم کے اس شہر میں آ گیا تھا۔ جہاں کے گورنر کا عنبر محافظِ خاص تھا۔ ابلیس جادوگر نے ایک بوڑھے تاجر کا بھیس بدل رکھا تھا۔ اب اسے اتفاق کہیے کہ ابلیس جادوگر اس بازار میں آ گیا جہاں عنبر نے گورنر کے بھانجے شاہوس کو بوڑھے نانبائی کو پیٹنے پر مار دیا تھا۔

بازار میں خوب رونق تھی۔ دکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ ابلیس جادوگر ایک ہوٹل کے سامنے رک گیا۔ ہوٹل سے گرم گرم کھانوں کی خوشبو آ رہی تھی۔ ابلیس جادوگر نے سوچا کھانا کھا لینا چاہیئے۔ وہ ہوٹل میں داخل ہو گیا۔

ہوٹل کے کاؤنٹر پر پکی عمر کا رومن بیٹھا تھا۔ ابلیس جادوگر نے کھانا لانے کا کہا اور خود ایک میز پر بیٹھ گیا۔ ابلیس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جادوگر جس میز پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ والی میز پر دو رومن آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

ایک رومن نے کہا:

"دوست ۔ چند دن پہلے ہمارے شہر میں عجیب واقعہ ہوا۔ اسی بازار میں ایک نانبائی ہے جسے شہر کے گورنر کا بھانجا شاہلوس پیٹ رہا تھا۔ کہ ایک دبلے پتلے نوجوان نے شاہلوس کو خوب مارا بعد میں جب شاہلوس سپاہی لے کر آیا تو اس نوجوان نے شاہلوس کو ہلاک کر دیا۔ ایک سپاہی نے تلوار نوجوان کے سینے پر ماری مگر تلوار ٹوٹ گئی اور نوجوان کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔"

ابلیس جادوگر کے کان کھڑے ہو گئے۔

دوسرے رومن نے کہا:

"ابے جاؤ کیوں مذاق کرتے ہو۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔"

پہلے رومن نے کہا:

"دیوتاؤں کی قسم ۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ تلوار اس کے جسم سے ٹکرائی تو ایسی آواز پیدا ہوئی تھی جیسے تلوار فولاد سے ٹکرائی ہو۔"

دوسرے رومن نے ہنس کر کہا:

"اب کہو گے کہ اس کے بعد نوجوان ہوا میں اُڑ گیا تھا۔"

پہلا رومن بُرا مان کر بولا:

"تم مذاق سمجھ رہے ہو۔ اس نوجوان کو گورنر کے سپاہی پکڑ کر لے گئے تھے۔"

ابلیس جادوگر اب کھانا بھول چکا تھا۔ اسے یقین ہو گیا کہ یہ دونوں رومن عنبر کی ہی بات کر رہے ہیں۔ عنبر جس کو وہ تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ اس عنبر کا سراغ مل گیا تھا۔

ابلیس جادوگر نے اسی وقت گورنر کے محل جانے کا فیصلہ کیا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ کاؤنٹر پر بیٹھے رومن نے کہا:

"کیوں بڑے میاں کھانا نہیں کھاؤ گے؟"

ابلیس جادوگر کوئی جواب دیئے بغیر ہوٹل سے نکل آیا اور لوگوں سے پتہ پوچھ کر گورنر کے محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ چڑیلوں کی ملکہ کا دیا ترشول اس نے ہاتھ میں پکڑ لیا تھا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ وہ تیز تیز قدموں سے گورنر کے محل کو جانے والی سڑک پر بھاگا جا رہا تھا۔

گورنر کے محل پہنچ کر ابلیس جادوگر نے اپنے جادو کے زور سے ایک پہرے دار کو قابو کیا اور اس سے عنبر کے متعلق پوچھا تو اس نے ساری کہانی سنا دی کہ عنبر،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جالینوس کے ساتھ شکار پر گیا تھا کہ ایک شیر نے اس پر حملہ کر دیا اور اسے ہلاک کر دیا۔ دراصل جالینوس نے عنبر کو گڑھے میں گرانے کے بعد یہی کہانی مشہور کر دی تھی۔

ابلیس جادوگر سمجھ گیا کہ جالینوس نے گورنر سے جھوٹ بولا ہے۔ اسے پتہ تھا کہ عنبر تو مر ہی نہیں سکتا۔ وہ فوراً جالینوس کے گھر پہنچ گیا اور جالینوس سے جادو کے زور پر ساری بات معلوم کر کے جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس وقت رات ہونے والی تھی۔

○

ادھر عنبر ڈونالڈ کو ہوش میں لانے کی تدبیر کر رہا تھا عنبر نے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے تو ڈونالڈ کو ہوش آ گیا۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے چبوترے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جہاں سے تابوت غائب تھے۔ اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا:

"عنبر بھائی۔ وہ چمکیلی زندہ لاشیں کہاں گئیں؟"

عنبر نے مناسب یہ سمجھا کہ ڈونالڈ کو پوری کہانی بتانے کی بجائے ٹال دینا چاہیے کیوں کہ خدشہ تھا کہ ساری بات کا علم ہونے کے بعد ڈونالڈ اس پر یقین نہیں کرے گا

اور اسی وقت قلعے سے بھاگ نکلنے کا کہے گا جب کہ عنبر رات گزارنے کی اتنی بہترین جگہ کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے حیرت سے آنکھیں جھپکا کر کہا:

"ڈونالڈ بھائی۔ تم کن چمکیلی زندہ لاشوں کی بات کر رہے ہو؟"

ڈونالڈ نے کہا:

"اس چبوترے پر چھ تابوت تھے جن سے وہ زندہ لاشیں نکل کر ہماری طرف بڑھی تھیں۔"

عنبر بولا:

"تابوت — لاشیں — پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔ ارے بھائی تم تو یہاں آتے ہی تھکن کی وجہ سے سو گئے تھے شاید تم نے کوئی بھیانک خواب دیکھا تھا۔ میں نے تو کوئی تابوت اور لاش نہیں دیکھی اور تم اکٹھی چھ لاشوں کی بات کر رہے ہو۔"

ڈونالڈ احمقوں کی طرح منہ پھاڑ کے رہ گیا۔ اس کے چہرے سے ظاہر تھا کہ عنبر کی بات کا اسے یقین نہیں آیا۔ بہرحال رات انہوں نے قلعے میں ہی گزاری اور صبح ہوتے ہی نکل آئے۔

عنبر واپس پرانے قبرستان کی طرف چل دیا کیونکہ ڈونالڈ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا کہنا تھا کہ وہاں سے روم شہر کے راستے کا پتہ چل سکتا ہے۔ دوپہر تک دونوں جنگل میں چلتے رہے۔ دن کی روشنی میں جنگل کی خوفناکی میں کافی کمی آ گئی تھی۔ کبھی کبھی ڈونالڈ بڑی عجیب سی نظروں سے عنبر کو دیکھنے لگتا تھا۔

دوپہر کے وقت وہ ایک بڑے اور پرانے درخت کے نیچے ٹھہر گئے، کیوں کہ ڈونالڈ تھک گیا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ عنبر بھی نرم نرم گھاس پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

کچھ دیر بعد اچانک کسی نے عنبر کے سر پر تھپڑ مارا۔ عنبر سمجھا کہ ڈونالڈ نے شرارت کی ہے اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ڈونالڈ دوسری طرف منہ کیے سو رہا تھا۔ عنبر بڑا حیران ہوا کہ تھپڑ کس نے مارا پھر یکایک اس کے دل میں خیال آیا کہ شاید ماریا ہو۔ لیکن اگر ماریا ہے تو اس کی بو محسوس کیوں نہیں ہو رہی۔

عنبر نے کہا:

"ماریا بہن کیا یہ تم ہو؟"

جواب میں ایک زور دار تھپڑ عنبر کے منہ پر پڑا۔ ماریا تو ایسا ہرگز نہ کر سکتی تھی۔ عنبر اُٹھ بیٹھا۔ اسی وقت

نظر نہ آنے والے دو ہاتھوں نے عنبر کی گردن دبوچ لی اور آواز آئی:

"میں اس درخت کا بھوت ہوں اور اب تم دونوں کو کھا جاؤں گا۔"

عنبر کی گردن پر نظر نہ آنے والے بھوت کی گرفت بڑی سخت تھی۔ عنبر کی جگہ کوئی اور ہوتا تو دم گھٹ جانے سے مر چکا ہوتا۔ عنبر نے بڑے اطمینان سے بھوت کے نظر نہ آنے والے ہاتھ پکڑ لیے۔ اور دوسرا ہاتھ بھوت کے جسم پر پھیرنے لگا۔ مکمل جسم تھا بس نظر نہیں آ رہا تھا۔

اب عنبر نے بھوت کی گردن دبوچ لی اور زور لگایا تو بھوت چلا اٹھا:

"ابے چھوڑ۔ آئیں۔ ابے یہ کیا کر رہا ہے۔ ہائے میں مرا۔ ابے چھوڑ۔"

عنبر نے کہا:

"میں بھوتوں کا باپ ہوں سمجھا۔ تیری تو اب میں چٹنی بنا کر چھوڑوں گا۔"

بھوت کے حلق سے اب عجیب قسم کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیسا انسان ہے جس نے اسے قابو کر لیا ہے وہ تو اس انسان کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھانے آیا تھا مگر اب اسے اپنی زندگی خطرے میں نظر آ رہی تھی۔

بھوت نے پھٹی پھٹی آواز میں کہا:

"ہائے ہائے۔ ارے چھوڑ۔ میں تجھے نہیں کھاؤں گا۔ آہ۔ آہ۔ اف میں مرا"

عنبر نے ہنس کر کہا:

"بھوت کے بچے۔ میں تو تجھے چھوڑنے والا نہیں چھڑا سکتا ہے تو چھڑا لے"

یہ کہہ کر عنبر نے اپنی گرفت سخت کرنا شروع کر دی۔ بھوت بڑی طرح چلانے لگا۔ شور سن کر ڈونالڈ کی آنکھ کھل گئی۔ وہ حیرت سے عنبر کی طرف دیکھنے لگا۔ بھوت کی چیخیں بڑی بھیانک تھیں۔ پھر اس نے آخری ہچکی کے ساتھ دم توڑ دیا۔ بھوت کے مرتے ہی اس کا جسم نظر آنے لگا۔

توے کی طرح سیاہ جسم، لمبے لمبے زرد دانت جن سے فٹ بھر لمبی زبان باہر کو لٹک رہی تھی۔ سرخ سرخ آنکھیں جو باہر کو اُبلی ہوئی تھیں۔ عنبر نے بھوت کو پرے جھاڑیوں میں پھینک دیا اور ہاتھ جھاڑنے لگا۔ ڈونالڈ بولا:

"بب۔ بب بھائی عنبر یہ کون تھا؟"

عنبر نے کہا:

"اس درخت کا بھوت۔ جو ہمیں کھانے آیا تھا مگر میرے ہاتھوں مارا گیا"

ڈونالڈ نے کچھ نہ کہا۔ عنبر نے گھاس پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ ڈونالڈ کو اب عنبر سے بھی ڈر لگنے لگا تھا کہ کہیں یہ بھی بھوت نہ ہو۔ وہ کھسکتا ہوا پرے ہٹنے لگا پھر اٹھا اور دوڑ لگا دی۔ دوڑنے کی آواز سن کر عنبر نے آنکھیں کھولیں اور اٹھا تو دیکھا کہ ڈونالڈ گرتا پڑتا بھاگا چلا جا رہا ہے۔

عنبر نے آواز دی:

"ڈونالڈ بھائی۔ ڈونالڈ بھائی"

ڈونالڈ نے دوڑنے کی رفتار اور تیز کر دی اور دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ عنبر سمجھ گیا کہ ڈونالڈ اس سے ڈر گیا ہے۔ وہ ہنسنے لگا اور اکیلا ہی روم شہر کی طرف چل دیا۔

◎

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لاش زندہ ہو گئی

شام کے وقت عنبر جنگل سے نکل آیا اور شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ شہر سے باہر ایک سرائے تھی عنبر نے رات اسی سرائے میں گزار کر صبح شہر جانے کا فیصلہ کیا اور سرائے میں داخل ہو گیا۔

سرائے کا مالک موٹا اور گنجا تھا۔ اس نے اپنے گول گول ڈیلوں سے عنبر کی طرف دیکھا۔ عنبر کے کپڑے کانٹے دار جھاڑیوں میں پھنس پھنس کر کئی جگہ سے پھٹ گئے تھے۔

سرائے کا مالک بولا:

"جیب میں کرائے کے لیے پیسے بھی ہیں۔ یہ سرائے ہے خیرات خانہ نہیں سمجھے؟"

عنبر کو اس لالچی انسان پر بڑا غصہ آیا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور روم کے سکے نکالے یہ سب اسے گورنر نے دیئے تھے۔ ان کے ساتھ سچے موتیوں کا وہ ہار بھی نکل آیا جو جالینوس کو ہرانے پر گورنر نے خوش ہو کر

اسے دیا تھا۔ موٹے اور گنجے مالک نے جب اتنی بڑی رقم اور ہار دیکھا تو اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ خوشامدی انداز میں بولا:

"حضور یہ تو سرائے ہی آپ کی ہے تشریف لائیے۔"

سرائے کے مالک نے عنبر کو سب سے بہترین کمرہ دیا۔ عنبر نے اسے کپڑے منگوانے کو کہا اور خود آرام دہ مسہری پر لیٹ گیا جس پر نرم جنگلی گھاس بچھی ہوئی تھی۔

سرائے کا موٹا مالک بڑا لالچی اور بے ایمان تھا۔ اس سے پہلے بھی وہ سرائے میں ٹھہرنے والے کئی مالدار مسافروں کو ہلاک کر کے ان کے مال پر قبضہ کر چکا تھا۔ عنبر کے پاس بڑی رقم اور ہار دیکھ کر اس کے منہ میں پانی بھر آیا تھا اور اس نے انہیں حاصل کرنے کا منصوبہ سوچنا شروع کر دیا۔

موٹے نے ایک ملازم کو اسی وقت اپنے دو ساتھی غنڈوں کو بلانے بھیج دیا۔ کچھ ہی دیر میں وہ آ گئے۔

موٹے نے کہا:

"دوستو۔ بڑا تگڑا شکار آیا ہے کافی مال ہے اس کے پاس۔"

ایک غنڈے نے خوش ہو کر کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آج رات ہی اسے قتل کر کے مال پر قبضہ کر لیں گے۔"

موٹے نے فکر مندی سے کہا:

"وہ نوجوان ہے۔ ممکن ہے آسانی سے قابو نہ آئے اور شور مچا دے۔ آج سرائے میں کئی مسافر موجود ہیں۔ اگر وہ جاگ پڑے تو اپنا بھانڈہ پھوٹ جائے گا۔"

دوسرے غنڈے نے کہا:

"تم ہمارے لیڈر ہو۔ تمہی کوئی ترکیب سوچو۔"

موٹا بولا:

"ترکیب تو میں سوچ چکا ہوں۔ تم دونوں کے پاس رومن سپاہیوں کی وردیاں ہیں۔ انہیں پہن کر آ جاؤ اور نوجوان کو پکڑ لو کر اس کے پاس جو ہار ہے اس نے چوری کیا ہے اور وہ چور ہے۔ سرائے کے دوسرے مسافر بھی تمہارا ساتھ دیں گے۔"

غنڈہ اچھل پڑا:

"مان گئے لیڈر۔ کیا اچھی ترکیب سوچی ہے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"

دونوں غنڈے سپاہیوں کی وردیاں پہننے چلے گئے۔ اس وقت روم میں چوری کو بہت بڑا جرم سمجھا جاتا تھا اور چور کی سزا موت تھی۔ غنڈے سپاہیوں کے روپ میں

واپس آ گئے تو موٹا انہیں ساتھ لے کر عنبر کے کمرے کے باہر پہنچ گیا اور کنڈی کھٹکھٹائی۔

عنبر نے دروازہ کھولا تو ایک غنڈے نے اسے دبوچ لیا اور کہا:

"پکڑے گئے نا۔ بھاگ کر کہاں جا سکتے تھے۔"

عنبر نے کہا:

"بات کیا ہے۔ تم مجھے کیوں پکڑ رہے ہو؟"

ایک غنڈے نے قہقہہ مار کر ہنستے ہوئے کہا:

"تم چور ہو۔ تم نے شہر کے ایک رئیس کا قیمتی موتیوں والا ہار چرایا ہے۔"

شور سن کر دوسرے کمروں سے بھی مسافر نکل آئے تھے اور ان کے گرد کھڑے ہو گئے تھے۔ ایک غنڈے نے جھپٹا مار کر عنبر کی جیب سے ہار نکال لیا اور چلا کر کہا:

"بھائیو۔ یہ چور ہے۔ چوری کا مال بھی برآمد ہو گیا ہے ہم بڑی دور سے اس کا پیچھا کرتے آ رہے ہیں۔"

سرائے کے موٹے عیار مالک نے کہا:

"اس چور کو پھانسی لگا دو۔ چوری کی یہی سزا ہے۔"

مسافروں نے بھی عیار موٹے کی حمایت میں نعرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لگائے۔ عنبر سمجھ گیا کہ یہ سب اسی موٹے کا چلایا ہوا چکر ہے کیوں کہ اس کو علم تھا کہ عنبر کے پاس قیمتی ہار ہے۔ عنبر خاموش رہا اس نے سوچا کہ دیکھیں یہ اُلو کے پٹھے کیا کرتے ہیں۔

غنڈوں نے اسی وقت سرائے کے باہر ایک درخت سے رسّا باندھ کر پھندہ بنایا اور عنبر کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ عنبر نے جان بوجھ کر اس طرح ہاتھ پاؤں مارے جیسے بڑی تکلیف میں ہو۔ پھر دو تین ہچکیاں لے کر اس نے گردن ایک طرف ڈال دی۔ غنڈے یہی سمجھے کہ عنبر مر گیا ہے۔

مسافروں سے کہا:

"اس چور کی لاش کو جنگل میں ڈال دو تاکہ اس کا گوشت گدھ نوچ کر کھا جائیں۔"

غنڈے تو یہی چاہتے تھے انہوں نے عنبر کی "لاش" کو پھندے سے نکالا اور گھوڑے پر لاد کر جنگل کی طرف چل دیئے۔ سرائے سے دور ویران جگہ آکر غنڈے رُک گئے۔ ایک بولا:

"لاش کو یہیں کہیں گہرے کھڈ میں گرا دیتے ہیں۔"

دوسرا غنڈہ بولا:

"ارے اس کی جیب سے رقم تو نکال لو۔ اس لاش کو رقم کی کیا ضرورت ہے۔"

اب عنبر نے آنکھیں کھول دیں اور آواز خوفناک بنا کر بولا:

"مجھے رقم کی نہیں تمہارے خون کی ضرورت ہے۔ میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔"

غنڈوں نے جب دیکھا کہ لاش زندہ ہو گئی ہے تو ان کے ہوش اڑ گئے۔ انہوں نے بھاگنا چاہا مگر عنبر اب انہیں کہاں جانے دیتا۔ اس نے ان دونوں کی گردنیں دبوچ لیں اور پوری طاقت سے ان کے سر آپس میں ٹکرا دیئے۔ غنڈوں کے منہ سے بھیانک چیخیں نکلیں۔ دونوں کے سر تربوزوں کی طرح ٹوٹ پھوٹ گئے تھے اور بھیجہ منہ اور ناک کے راستے باہر نکل آیا تھا۔

عنبر نے دونوں کو چھوڑ دیا۔ غنڈے مردہ چھپکلیوں کی طرح زمین پر گر پڑے۔ عنبر نے غنڈے کی جیب سے اپنا ہار نکالا اور گھوڑے پر سوار ہو کر سرائے کی طرف چل دیا۔

گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سن کر سرائے کا موٹا مالک سمجھا کہ اس کے ساتھی غنڈے لاش ٹھکانے لگا کر آ گئے ہیں۔ وہ جلدی سے سرائے سے باہر نکلا تو یہ دیکھ کر اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی ٹانگیں کانپنے لگیں کہ لاش گھوڑے پر سوار چلی آ رہی ہے۔ گھوڑے سے اُترتے ہی عنبر نے عیار موٹے کی شہ رگ پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"کیوں بے موٹے آلو پلپلے تم مسافروں سے یہ سلوک کرتے ہو۔"

موٹا تو تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس کی توند بُری طرح لرز رہی تھی۔ وہ عنبر کے قدموں میں گر پڑا اور بولا:

"تم دیوتا ہو۔ مجھ سے غلطی ہو گئی مجھے معاف کر دو۔"

عنبر نے گردن سے پکڑ کر اسے اٹھایا اور کہا:

"اے دیوتا کے بچے۔ تجھے اپنے کیے کی سزا ضرور ملے گی۔ نجانے کتنے بے گناہ مسافر تمہاری وجہ سے مارے گئے ہیں۔"

عنبر نے عیار موٹے کی شہ رگ پکڑ کر کھینچ لی۔ خون کا فوارہ اُبل پڑا۔ عیار موٹا کوئی آواز نکالے بغیر مرگیا۔ اسے دوسروں کے ساتھ بُرا کرنے کی سزا مل گئی تھی۔ عنبر نے اس کی لاش ایک طرف جھاڑیوں میں پھینک دی۔

عنبر نے سرائے میں ٹھہرنے کی بجائے شہر جانے کی ٹھانی۔ اب تو اسے سواری کے لیے گھوڑا مل چکا

تھا۔ رات خاصی ہو گئی تھی۔ اور چاند ستارے نکل آئے تھے۔ عنبر گھوڑا دوڑاتا شہر کی طرف چلا جا رہا تھا۔

اُدھر ابلیس جادو گر بھی ایک گھوڑے پر سوار آ رہا تھا۔ اس نے چاندنی میں دُور سے ہی دیکھ لیا کہ ایک گھوڑا سوار چلا آ رہا ہے۔ ابلیس جادو کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا یہ عنبر ہے کیونکہ اسے تو جالینوس نے بھی بتایا تھا کہ وہ عنبر کو گڑھے میں گرا آیا ہے۔ جہاں سے وہ کسی کی مدد کے بغیر نہیں نکل سکے گا۔

دونوں گھوڑے بڑی تیزی سے ایک دوسرے کے نزدیک آتے جا رہے تھے پھر جوں ہی عنبر ابلیس جادو گر کے پاس سے گزر کر آگے نکلا۔ ابلیس جادو گر نے چاندنی میں اسے پہچان لیا۔ چڑیلوں کی ملکہ نے اپنے جادو کے زور سے اسے عنبر کی شکل دکھائی تھی۔

عنبر کا گھوڑا اُڑا چلا جا رہا تھا۔ ابلیس جادو گر نے جلدی سے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ کر اسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

موٹا اور عنبر کا تعاقب کرنے لگا۔ ابلیس جادوگر کی آنکھیں شیطانی انداز میں چمک رہی تھیں۔ اس نے عنبر کو تلاش کر لیا تھا!!

◎

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

عنبر، غلام بن گیا!

عنبر نے اپنے پیچھے آنے والے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سن کر مڑ کر دیکھا۔ وہی بوڑھا گھڑ سوار جس کے پاس سے عنبر گزر کر آیا تھا۔ اس کے پیچھے آ رہا تھا۔ عنبر نے سوچا شاید اس بوڑھے کو کسی مدد کی ضرورت ہے۔ اس نے گھوڑا روک لیا۔ اور بوڑھے یعنی ابلیس جادوگر کے پاس آنے کا انتظار کرنے لگا۔

چند منٹ میں ابلیس جادوگر اس کے پاس پہنچ گیا۔

عنبر نے کہا:

"اے محترم بزرگ۔ کیا آپ کو کسی مدد کی ضرورت ہے؟"

ابلیس جادوگر نے کہا:

"ہاں — اُدھر گہرے کھڈ میں میرا اکلوتا بیٹا گر گیا ہے۔ میں بوڑھا ہوں اسے نکال نہیں سکتا۔ دیوتاؤں کا واسطہ میری مدد کرو۔"

عنبر نے جھٹ کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اے محترم بزرگ میں ضرور تمہاری مدد کروں گا۔ مجھے وہاں لے چلو۔"

ابلیس جادوگر نے اپنا گھوڑا عنبر کے برابر لاتے ہوئے کہا:

"بیٹا — مجھے سخت پیاس لگی ہے تمہارے پاس پانی تو ہوگا مجھے پلا دو۔"

عنبر نے گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھا تھیلا دیکھا۔ اس میں پانی کی چھاگل بھی تھی۔ یہ اسی غنڈے کی چھاگل تھی جسے عنبر نے اس کے ساتھی سمیت مار ڈالا تھا۔ عنبر نے جھک کر تھیلے سے چھاگل نکالنا چاہی۔ ابلیس جادوگر کو اسی لمحے کا انتظار تھا۔ اس نے چڑیلوں کی ملکہ کی دی ترشول ہاتھ میں لے کر ہاتھ فضا میں بلند کیا اور ترشول پوری طاقت سے عنبر کے سر پر دے ماری۔

عنبر گھوڑے سے گر پڑا۔ ترشول عنبر کے سر میں گڑ گئی تھی اور اس میں سے تیز گرم آگ نکل کر عنبر کی کھوپڑی میں اترنے لگی تھی۔ عنبر کو اپنا دماغ سن ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اور اسے بڑے زور دار چکر آ رہے تھے۔

ابلیس جادوگر بھی گھوڑے سے اُتر آیا۔ اس نے

شیطانی قہقہہ لگایا اور کہا:

"اے عنبر — اب تو میرا غلام بن چکا ہے تیرا دماغ میرے قبضے میں ہے اب تُو وہی کرے گا جو میں کہوں گا۔"

عنبر کے لب ہلے:

"ہاں میں وہی کروں گا جس کا تم حکم دو گے۔ میں تمہارا غلام ہوں۔"

چڑیلوں کی ملکہ کے خاص جادو نے عنبر کی دماغی قوتیں اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم کر دی تھی۔ وہ بھول گیا تھا کہ وہ کون ہے۔ اسے یہ بھی یاد نہ تھا۔ اس کی بہن ماریا بھی ہے اور بھائی ناگ بھی ہے۔ اس کی یادداشت خاص جادو سے گم ہو چکی تھی۔

ابلیس جادوگر خوشی سے نہال ہو گیا۔ اس نے قہقہہ لگایا اور بولا:

"اب مجھے ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ میں لافانی بن جاؤں گا ہا ہا ہا۔"

ابلیس جادوگر کا لمبا اور بھیانک قہقہہ سناٹے میں گونجا تو ایسے لگا جیسے کئی چڑیلیں رو رہی ہوں۔

ابلیس جادوگر نے عنبر سے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اے میرے غلام۔ گھوڑے پر بیٹھ جا اور میرے پیچھے پیچھے آ۔"

عنبر گھوڑے پر بیٹھ گیا اور دونوں گھوڑے پوری رفتار سے شہر کی طرف دوڑنے لگے۔

عنبر، ابلیس جادوگر کا غلام بن چکا تھا۔ ماریا پہلے ہی اس کے قبضے میں تھی۔ اب ہم ناگ کے پاس چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ناگ کیا کر رہا ہے۔

لاہور کے بڑے مندر میں ویلش لڑکی شکنتلا کی قربانی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ سیاہ پتھر کی قربان گاہ کو عرق گلاب سے دھویا گیا تھا۔ لوبان اور اگربتی کی خوشبو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ پتھر کی دیوی کے آگے کئی پجاری اور ان کے چیلے بیٹھے بھجن اور گیت گا رہے تھے۔

مہا پنڈت اپنے ساتھی پنڈت سمیت تہہ خانے میں لڑکی کے پاس تھا۔ لڑکی شکنتلا رو رہی تھی۔ مہا پنڈت نے اپنے ساتھی سے کہا:

"رات کا اندھیرا ہوتے ہی اسے لے کر نکل جانا۔"

ساتھی پنڈت بولا:

"ایسا ہی ہو گا گرو۔ میں نے سارا انتظام کر لیا ہے۔ دو گھوڑے مندر کے پیچھے اصطبل میں تیار کھڑے ہیں۔"

ویلش لڑکی شکنتلا کو بھی علم ہو چکا تھا کہ مکار پنڈت نے اس کی قربانی نہیں کرنی بلکہ اسے کسی دوسرے شہر کے ہندو امیر کے ہاتھوں بھیڑ بکری کی طرح بیچ کر رقم حاصل کرنا ہے۔

پنڈت اور اس کا ساتھی تہہ خانے کا دروازہ لگا کر نکل گئے۔ اسی وقت ناگ ایک چھوٹے سانپ کی شکل میں مندر میں داخل ہوا تھا۔ ناگ پجاریوں کی نظروں سے بچتا دیوار کے ساتھ ساتھ رینگتا مہا پنڈت کے کمرے تک پہنچ گیا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ ناگ دروازے کے قفل کے سوراخ سے اندر داخل ہو گیا۔

کمرے کے فرش میں بنے تہہ خانے کے دروازے پر ایک موٹا تالا لگا ہوا تھا۔ ناگ نے زور دار پھنکار ماری۔ اس کے منہ سے شعلے نکل کر تالے سے ٹکرائے اور تالا پگھل گیا۔ ناگ نے انسان کے روپ میں آ کر دروازہ کھولا اور تہہ خانے میں داخل ہو گیا۔

شکنتلا زنجیروں کے ساتھ جکڑی پڑی تھی۔ ناگ کو دیکھ کر اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

ناگ نے کہا:

دیکھا بہن۔ میں نے کہا تھا کہ تمہیں بچانے آؤں گا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں آ گیا ہوں۔"

شکنتلا نے کہا:

"بھائی — وہ مہا پنڈت ابھی ابھی گیا ہے۔ انہوں نے میری قربانی نہیں کرنی بلکہ وہ مجھے کسی دوسرے شہر لے جا کر فروخت کرنے کی باتیں کر رہے تھے۔"

ناگ نے پتھر سے اس کی زنجیر کا حلقہ توڑتے ہوئے کہا:

"گھبراؤ مت۔ میں ان مکاروں کو ایسا مزا چکھاؤں گا کہ زندگی بھر یاد رکھیں گے۔"

زنجیر توڑ کر ناگ نے شکنتلا کا ہاتھ پکڑا اور تہہ خانے سے نکل کر پجاری کے کمرے میں آ گئے۔ وہ دروازے کی طرف بڑھے ہی تھے کہ قدموں کی چاپ سنائی دی جو دروازے پر آ کر رک گئی۔ پھر تالے میں چابی گھومنے کی آواز آئی۔ شکنتلا کا تو خون خشک ہو گیا۔

ناگ اور وہ دیوار سے چپک گئے۔ دروازے کا پٹ کھلا اور مہا پنڈت کا ساتھی ہاتھ میں لکڑی کا ایک ڈنڈہ لیے اندر داخل ہوا۔ اس ڈنڈے سے وہ شکنتلا کے سر پر ضرب لگا کر اسے بے ہوش کرنا چاہتا تھا۔ دروازہ بند کر کے جونہی وہ مڑا۔ ناگ اس کے سامنے آ گیا۔

پنڈت کا ساتھی ہکا بکا رہ گیا۔ ناگ نے اس کی حیرت کا پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اور ڈنڈہ اس سے چھین کر اس قوت سے اس کے سر پر مارا کہ بھیجہ باہر نکل آیا۔ وہ کوئی آواز نکالے بغیر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ ناگ نے دروازہ کھول کر گردن باہر نکال کر جھانکا۔

راستہ صاف تھا۔ مہا پنڈت نے جان بوجھ کر دوسرے پنڈتوں کو ادھر آنے سے روکا ہوا تھا کہ اس کا ساتھی شکنتلا کو لے کر نکل جاتے۔ ناگ نے مدھم آواز میں کہا:

"خاموشی سے میرے پیچھے چلی آؤ کوئی آواز نہ نکالنا اور نہ ہی گھبرانا۔"

مندر کے پچھلے دروازے سے وہ نکل آئے۔ یہاں اصطبل میں دو سفید صحت مند گھوڑے تیار کھڑے تھے۔ ان پر زینیں کسی ہوئی تھیں۔ ناگ نے لڑکی شکنتلا کو ایک گھوڑے پر سوار کرایا اور خود دوسرے پر بیٹھ کر گھوڑے کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔ وہ یہاں سے لڑکی کے بوڑھے باپ کے گھر گئے۔

بوڑھے نے جب اپنی بیٹی کو صحیح سلامت دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ ناگ نے اسے ساری بات سے آگاہ کیا اور کہا:

"اے محترم بزرگ۔ جتنی جلدی ہو سکے اپنی بیٹی کے ساتھ یہاں سے نکل جایئے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بوڑھا گھر سامان چھوڑ کے گھوڑے پر سوار ہو گیا اس نے کہا:

"بٹیا تم بھی ہمارے ساتھ چلو اگر تم پنڈت کے ہاتھ لگ گئے تو وہ تمہاری کھال کھنچوا دے گا۔"

ناگ نے دل میں کہا کھال تو اس بنے اس بندر کی اولاد کی میں کھینچوں گا۔ وہ بولا:

"میری فکر چھوڑو۔ تم جاؤ اور پشاور کے راستے غزنی پہنچ جاؤ وہاں کا مسلمان حاکم سبکتگین بڑا رحم دل اور انصاف پسند ہے وہاں تم سکھ سے رہ سکو گے۔"

بوڑھا اپنی بھتیجی کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ ناگ نے گہری سانس لی اور عقاب بن کر مندر کی طرف اڑنے لگا۔ اسے ظالم پنڈت سے حساب چکانا تھا۔ جو انسانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح بیچ ڈالتا تھا!!

◎

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

عورت اور سانپ

اِدھر مہا پنڈت اپنے ایک راز دار چیلے کے ساتھ اپنے کمرے میں آیا تو یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ چھوٹا پنڈت مرا پڑا ہے۔ وہ بھاگم بھاگ تہہ خانے میں گیا تو زنجیر ٹوٹی اور لڑکی غائب پائی۔ مہا پنڈت کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ چیلا بھی لگا تھر تھر کانپنے۔ لڑکی کا غائب ہو جانا ان سب کے لیے بڑے خطرے کی بات تھی، کیوں کہ وہ ان کے راز سے آگاہ ہو چکی تھی اور ان کا بھانڈہ پھوڑ سکتی تھی۔

مہا پنڈت نے لرزتی آواز میں کہا:

"ہے بھگوان — یہ کیسا اینائے (ظلم) ہو گیا۔ لڑکی بھاگ نکلی۔ ارے کچھ کرو۔ وہ یہیں کہیں ہو گی۔ ہائے بھگوان ارے اس ملیچھ کو تلاش کرو۔ ہے رام کرشن۔ میں کس مشکل میں پھنس گیا۔

چیلے کے تو پسینے چھوٹ گئے تھے اس نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"گرو جی — اگر وہ پاپی لڑکی راجہ جے پال کے دربار میں چلی گئی اور ساری بات کہہ ڈالی تو ہم بے موت مارے جائیں گے۔ راجہ جے پال تو ہمیں زندہ زمین میں دفن کرا دے گا۔"

مہا پنڈت اپنے سر پر دو ہتھڑ مار کر بولا:

"ارے۔ کیوں بڑے شبھ (کلمات) منہ سے نکال رہا ہے۔ شور مچا دے کہ لڑکی چھوٹے پنڈت کو ہلاک کر کے بھاگ گئی ہے۔ ہم اسے راجہ جے پال کے دربار تک جانے ہی نہ دیں گے۔"

مہا پنڈت اور چیلے نے شور مچا دیا۔ سارے پنڈت چیلے اور داسیاں شکنتلا کو ڈھونڈنے لگیں۔ مندر کا کونا کونا چھان مارا مگر وہ ہوتی تو ملتی۔ مہا پنڈت اپنے کمرے میں کھٹیا پر لیٹا ہائے ہائے کے نعرے لگا رہا تھا۔

ناگ سفید عقاب کے روپ میں مندر کے اوپر آگیا اور چکر کاٹنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ مندر میں ہڑبونگ مچی ہوئی ہے وہ سمجھ گیا کہ لڑکی کے فرار کا پتہ چل گیا ہے۔ مندر کے بلند مینارے پر اتر کر ناگ نہایت زہریلے سرخ سانپ کی شکل میں آگیا اور رینگتا ہوا نیچے آنے لگا۔

ایک جھروکے کے راستے ناگ مندر میں آگیا اور چھت

سے چمٹا مہا پنڈت کے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ کمرے میں پہنچ کر دیوار پر رینگتا وہ نیچے اترنے لگا۔ پجاری ایک چیلے کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ناگ زمین پر آگیا اور لہراتا ہوا مہا پنڈت کی طرف بڑھا اسی وقت چیلے نے اسے دیکھ لیا وہ چلایا:

"سانپ۔ سانپ۔"

چیلے نے پاس پڑا مٹی کا پیالہ اٹھا کر دے مارا۔ یہ تو ناگ کی خوش قسمتی تھی کہ چیلے کا نشانہ ٹھیک نہ لگا ورنہ ناگ کو لینے کے دینے پڑ جاتے۔ مہا پنڈت نے دیوار سے لگی ترشول اٹھا لی اور ناگ کو مارنا جھپٹا۔ ناگ بڑی تیزی سے ایک طرف پڑے۔ سامان میں گھس گیا۔

سامان میں گھستے ہی وہ ایک کیڑا بن گیا اور ایک دیوار سے چمٹ گیا۔ مہا پنڈت اور چیلے نے سامان اُلٹ پلٹ دیا مگر سانپ دکھائی نہ دیا۔

چیلا بولا:

"گرو جی۔ یہ سانپ تو غائب ہوگیا۔"

مہا پنڈت نے کہا:

"بھاگ گیا سسرا۔ ورنہ مار ڈالتا۔ آؤ باہر چلتے ہیں۔"

ان کے جانے کے بعد ناگ دوبارہ سانپ کی شکل میں آگیا اور دیوار کے ذریعے چھت پر پہنچ کر ایک شہتیر سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے چھٹا ہال کی طرف جانے لگا۔ وہ اس مہا پنڈت کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ شہتیر سے چھٹا رینگتا ہوا وہ ہال میں آ گیا۔

مہا پنڈت دیوی کے بت کے آگے بیٹھا بھجن گا رہا تھا۔ ناگ نے چھلانگ لگائی اور دیوی کے بت پر گرا۔ بت کے سینے پر رینگتا وہ نیچے اترنے لگا۔ کچھ نیچے آ کر اس نے فیصلہ کیا کہ یہاں سے جست لگا کر مہا پنڈت کے ماتھے پر ڈس لے مگر اس بار بھی پنڈت کے کم بخت چیلے نے اسے دیکھ لیا اور شور مچا دیا۔

ناگ جلدی سے بت کے پچھلے حصے میں آ کر مکھی بنا اور اُڑ کر مندر کے دروازے سے باہر نکل آیا۔ مہا پنڈت اب سانپ سے خوف زدہ ہو چکا تھا نجانے کیوں یہ خیال اس کے دل میں بیٹھ گیا کہ سانپ اسے ڈسنا چاہتا ہے اس نے سارے پنڈتوں اور چیلوں کو سانپ ڈھونڈنے پر لگا دیا۔

ناگ مندر سے باہر آ کر دوبارہ سانپ بن گیا اور سوچنے لگا کہ اب کیا کیا جائے پھر اس کے ذہن میں ترکیب آ گئی۔ ایک ویران گوشے میں جا کر اس نے گہری سانس لی اور ایک خوبصورت عورت بن گیا۔

عورت بڑے وقار سے چلتی ہوئی مندر میں داخل ہوئی۔ مہا پنڈت نے اسے دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ عورت یعنی ناگ نے ہاتھ جوڑ کر پنڈت کو پرنام کیا اور کہا:

"پنڈت مہاراج۔ میں آپ کی سیوک (خدمت گار) بڑی دور سے آپ کی مہان شکتی (بڑی طاقت) کے بارے میں سن کر آئی ہوں۔ میرا بیٹا سخت بیمار ہے۔ آپ ہی کے منتر سے وہ تندرست ہو سکتا ہے میں آپ کو اس کے عوض سونے کے ٹکڑے بھینٹ کروں گی۔"

مہا پنڈت کے منہ سے سونے کے ٹکڑوں کا سن کر پانی بھر آیا وہ اکڑ کر بولا:

"اے عورت۔ تیرا بچہ کہاں ہے؟"

عورت بولی:

"مہاراج وہ مندر کے ساتھ واقع باغ میں ملازموں کے ساتھ ہے اس کی طبیعت سخت خراب ہے۔ باغ کی صاف ہوا اس کے لیے مفید ہے۔"

پنڈت نے کہا:

"چلو میں ابھی اسے ٹھیک کیے دیتا ہوں۔"

ناگ نے دل میں کہا۔ بچو تو چل۔ تجھے میں ٹھیک کر دوں گا۔ پنڈت ناگ کے ساتھ مندر سے باہر باغ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آ گیا۔ باغ ویران پڑا تھا۔

پنڈت نے ادھر اُدھر دیکھ کر کہا:

"اے عورت تیرا بچہ کہاں ہے۔ یہاں تو نظر نہیں آ رہا۔"

عورت یعنی ناگ نے کہا:

"ابے او پنڈت کے بچے — اپنی موت کو دیکھ جو تیرے سر پر منڈلا رہی ہے۔"

ناگ گہری سانس لے کر عورت سے ایک بڑا کالا سانپ بن گیا۔ مہا پنڈت نے عورت کو سانپ بنتے دیکھا تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ سانپ نے بڑی تیزی سے اس کے ماتھے پر ڈس لیا۔ پنڈت کو اپنے جسم میں آگ سی اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے چیخ مارنا چاہی مگر گلا بند ہو چکا تھا۔ اس کے ناک، کان اور منہ سے خون جاری ہو گیا تھا۔ اب جب مہا پنڈت کو موت نے دبوچا تو اسے وہ سارے ظلم یاد آ گئے جو وہ لوگوں پر کرتا آیا تھا۔

اگر وہ مذہب کے نام پر لوگوں کو دھوکا نہ دیتا۔ مکاری اور عیاری کو اپنا شیوہ نہ بناتا تو شاید آج اس عبرت ناک موت سے بچ جاتا۔

ناگ، انسان کی شکل میں آ کر باغ سے نکل آیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ایک طرف چل دیا۔ وہ رات ناگ نے

ایک سرائے میں گزاری اور صبح ہوتے ہی ایک قافلے میں شامل ہو کر کاٹھیا واڑ کی طرف چل دیا۔

ابھی ناگ راستے میں ہی تھا کہ اس نے غزنی کے مسلمان حکمران سبکتگین کی وفات کی خبر سنی۔ اگست ۹۹۷ عیسوی کا مہینہ تھا۔ ناگ چونکہ تاریخ میں واپسی کا سفر طے کر رہا تھا۔ اس لیے وہ جانتا تھا کہ اب سبکتگین کا بہادر بیٹا محمود غزنوی تخت پر بیٹھے گا۔ محمود غزنوی ایشیا کے مسلمان حکمرانوں میں سے پہلا حکمران تھا جس نے 'سلطان' کا لقب اختیار کیا۔

سبکتگین کی وفات کا سن کر قافلے میں موجود ہندو تاجر بڑے خوش ہوئے کیوں کہ سبکتگین نے ہندو حکمران جے پال کو ناکوں اپنے چنے چبوا دیئے تھے۔

کئی دن رات کا سفر کرتا قافلہ کاٹھیا واڑ پہنچ گیا۔ کاٹھیا واڑ میں سومنات کا مندر تھا۔ یہ کاٹھیا واڑ کے علاقے میں ساحل سمندر پر واقع تھا۔ سومنات کے لفظی معنی "چاند دیوتا" کے ہیں۔ یہ ہندوؤں کے ایک دیوتا شو جی کا بہت بڑا اور مشہور مندر تھا۔ شو جی کو تمام دیوتاؤں اور بتوں کا سردار مانتے تھے۔

ناگ کاٹھیا واڑ کی گلیوں میں گھومنے لگا۔ صبح کا وقت تھا۔ ناگ ایک ہندو کی دوکان میں حلوہ پوڑیاں اور مٹھائی کھانے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چلا گیا۔ بازاروں میں خوب رونق تھی۔ مندروں میں گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ دوکان کے اندر زمین پر بڑی دری بچھی ہوئی تھی۔ ناگ دری پر بیٹھ گیا۔ ایک ملازم نے پلیٹ میں اس کے سامنے پوڑیاں، حلوہ اور چٹ پٹا سالن رکھ دیا جسے ہم بھاجی کہتے ہیں۔

ناگ اور عنبر جب بھی ہندوستان آتے تھے حلوہ پوری شوق سے کھاتے تھے۔ اس وقت ناگ کو عنبر بڑی شدت سے یاد آ رہا تھا۔ ناشتہ کرنے کے بعد ناگ نے پیسے ا کیے اور دوکان سے نکل آیا اور سومنات کے مندر کی طرف چل دیا۔

سومنات کا مندر ایک قلعہ نما عمارت تھی۔ جو چھپن ستونوں کے سہارے کھڑی تھی۔ ہندو اس بات کو مانتے کہ مرنے کے بعد انسان کی روح اس مندر میں آجاتی سادھو کے بھیس میں ناگ مندر میں داخل ہو گیا۔

ناگ نے دیکھا بتوں کے سامنے قیمتی جواہرات کے پردے لٹک رہے تھے۔ مندر کی بڑی بڑی گھنٹیاں سو کی زنجیروں سے بندھی ہوئی تھیں۔ ان کا وزن دو سو م تھا۔ مندر کی دیواریں جواہرات سے مزین تھیں جن کی رو سے مندر ہر طرف جگمگ جگمگ کرتا رہتا تھا۔

اس مندر کی نگرانی کے لیے ایک ہزار برہمن مقرر تھے۔ اور پانچ سو خوبصورت لڑکیاں جنہیں دیو داسیاں کہا جاتا تھا۔ شوجی کے بت کے آگے رقص کرتی تھیں۔ اس مندر کے اخراجات کے لیے دس ہزار گاؤں وقف تھے اور بت کو غسل دینے کے لیے روزانہ دریائے گنگا سے پانی لایا جاتا تھا۔ اس بت کی شکل بڑی اخلاق سوز تھی۔

ناگ جانتا تھا کہ غزنی کا سلطان محمود غزنوی ۱۰۲۶ء میں سومنات پر حملہ کر کے اسے فتح کر لے گا۔ اس موقع پر برہمن شوجی کے بت کو بچانے کے لیے سلطان محمود غزنوی کو بے انتہا مال و دولت کی لالچ دیں گے مگر بت شکن سلطان فاتح یہ کہہ کر کہ میں بت شکن ہوں بت فروش نہیں۔ شوجی کے بت کو گرز مار مار کر اس کے ٹکڑے اڑا دے گا اور ہندوؤں کو یہ بتا دے گا کہ پتھروں کے بت بے جان اور بے بس ہوتے ہیں۔

ناگ سومنات مندر کی سیر کے بعد باہر نکل آیا اور گلیوں میں گھومنے لگا۔ وہ یہاں سے غزنی جانا چاہتا تھا اور سلطان محمود غزنوی اور مسلمان عالم ابو ریحان البیرونی سے ملاقات کر سکے جو سلطان محمود غزنوی کے درباریوں میں شامل تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مندر سے نکل کر ناگ ایک ہندو دوکان کے تھڑے پر بیٹھ گیا۔ ہندو دھوتیاں باندھے، ماتھے پر تلک لگائے اس کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ اتنے میں ایک بوڑھا سادھو تھڑے کے سامنے سے گزرنے لگا تو ناگ کو دیکھ کر رک گیا۔ سادھو کے سر کے بال بڑے لمبے لمبے تھے بدن سوکھا اور سیاہ تھا۔ اس کی ایک ایک پسلی صاف نظر آ رہی تھی۔ اس نے صرف ایک دھوتی باندھ رکھی تھی

ایسا لگتا تھا کہ یہ سادھو کسی ویران جگہ پر مہینوں بیٹھا چلہ کاٹتا رہا ہے۔ پرانے زمانے کے سادھو ایسا ہی کرتے تھے۔ ناگ نے اسے اپنی طرف گھورتے پایا تو پوچھا:

"کیا بات ہے سادھو جی۔ مجھ سے کوئی کام ہے کیا"

سادھو نے مسکرا کر کہا:

"بالکل نہیں"

ناگ بولا:

"تو پھر مجھے اس طرح گھورے کیوں جا رہے ہو"

سادھو نے کہا:

"تم چیز ہی ایسی ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تم ایک سانپ

ہو اور پانچ ہزار سال سے زندہ چلے آ رہے ہو"

ناگ تھڑے سے اتر آیا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ سادھو بڑے گیان والا ہے۔ ساتھ ہی وہ گھبرا بھی گیا تھا کیونکہ اس سے پہلے ہندو سادھو اور جوگیوں کی وجہ سے وہ کئی بار موت کے منہ میں جاتے جاتے بچا تھا وہ بولا:

"ارے سادھو جی۔ کیوں مذاق کرتے ہو۔ میری عمر تو انیس سال ہے۔ اچھا میں چلتا ہوں مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے"

سادھو منہ کھول کر ہنسا اور بولا:

"گھبرا مت اے سانپ۔ تو جو سوچ رہا ہے وہ غلط ہے میری ذات سے تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا تو غزنی جانا چاہتا ہے۔ بول تجھے ابھی پہنچا دوں"

ناگ سمجھ گیا کہ یہ سادھو اس کی سوچ بھی پڑھ سکتا ہے اس نے کہا:

"سادھو جی۔ بڑی مہربانی میں چلا جاؤں گا۔ کیا آپ مجھے یہ بتا سکتے ہیں کہ میرا بھائی عنبر اور بہن ماریا کہاں ہیں"

سادھو نے آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور بولا:

"اے سانپ۔ تیرا لافانی بھائی عنبر اور غیبی بہن ماریا اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وقت سخت مشکل میں ہیں۔ ماریا کو روم کے ابلیس جادوگر نے پتھر کا بت بنا دیا ہے اور عنبر اس کا غلام بن چکا ہے۔"

"غلام" ناگ چلا اٹھا۔

سادھو نے کہا:

"ہاں۔ وہ جادوگر ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور اٹھتیس دن بعد جب ابلیس جادوگر کا چلّہ پورا ہو جائے گا تو عنبر اور ماریا ہمیشہ کے لیے پتھر کے بت بن جائیں گے۔"

ناگ پریشان ہو گیا۔ اس نے کہا:

"سادھو جی۔ کیا آپ مجھے روم پہنچا سکتے ہیں؟"

سادھو نے نفی میں سر ہلایا اور کہا:

"یہ میری طاقت سے باہر ہے۔ میں تمہیں کلکتے کی بندرگاہ پر پہنچا سکتا تھا۔ پانی پر میری طاقت ختم ہو جاتی ہے۔ میری یہ بات غور سے سن لو کہ تم اپنے بھائی اور بہن کو ابلیس جادوگر کے جادو سے اسی صورت میں آزاد کرا سکتے ہو کہ ابلیس جادوگر کے اس کمرے میں پہنچ جاؤ جہاں وہ چلّہ کاٹ رہا ہے۔"

ناگ جوش سے بولا:

"میں اس خبیث جادوگر کو چھوڑوں گا نہیں۔ آپ مجھے

بندر گاہ تک پہنچا دیں۔"

سادھو نے کہا:

"اے سانپ اپنی آنکھیں بند کر لے۔"

ناگ نے آنکھیں بند کیں تو سادھو نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا۔ ایک بجلی سی ناگ کی آنکھوں کے آگے چمکی۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ سمندر کے کنارے ایک ویران جگہ کھڑا ہے۔ کچھ فاصلے پر بحری جہاز کھڑے تھے۔

ناگ اس طرف چل دیا۔ وہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ آج ہی ایک جہاز ملک روم کے لیے روانہ ہو رہا ہے۔ جہاز پر سامان لادا جا رہا ہے۔ یہ لکڑی کا جہاز تھا جس ستونوں سے بادبان لپٹے ہوئے تھے۔

اس زمانے میں آج کی طرح ڈیزل سے چلنے والے لوہے اور فولاد سے بنے تیز رفتار جہاز تو ہوتے نہیں تھے۔ بادبانی جہاز ہوتے تھے جو ہوا کے زور پر چلتے تھے۔ یہ جہاز جو روم جا رہا تھا۔ زیادہ بڑا نہ تھا۔ اس میں صرف سو مسافروں کی گنجائش تھی۔ اس جہاز کے دو عرشے تھے۔ ایک اوپر اور ایک نیچے۔ مسافر انہی عرشوں پر سفر کرتے تھے۔ آج کی طرح آرام دہ کیبن نہیں تھے۔ پورے جہاز میں صرف ایک کیبن ہوتا تھا جو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جہاز کے کپتان کے لیے دقت ہوتا تھا۔

ناگ نے ایک ملاح سے بات کی تو اس نے کہا:

"میاں — اب تو جگہ نہیں ہے۔ پہلے ہی گنجائش سے زیادہ مسافر سوار ہو چکے ہیں۔"

ناگ اسی جہاز سے روانہ ہونا چاہتا تھا تاکہ دیر نہ ہو۔ اس لیے کہا:

"بھائی کچھ تدبیر کرو۔ میرا جلد از جلد روم پہنچنا بہت ضروری ہے کہو تو دگنا کرایہ دے دیتا ہوں۔"

ملاح نے کانوں کو ہاتھ لگایا اور بولا:

"جہاز کا انگریز کپتان بڑا سخت ہے وہ تو مجھے کھلے سمندر میں پھینک دے گا۔"

ناگ نے کہا:

"میں تو اسی جہاز سے جاؤں گا دیکھوں گا مجھے کون روکتا ہے۔"

ملاح منہ بناتا چلا گیا۔ ناگ نے سوچا کہ اب جہاز کے کپتان سے ملنا چاہیے۔ جہاز کا کپتان ٹھوس جسم کا ایک لمبا چوڑا انگریز تھا اس نے ناگ کی بات سن کر کہا:

"نو نو مسٹر — اب تم اس جہاز پر نہیں جا سکتا۔ ہم تمہیں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

ناگ کو بڑا غصہ آیا مگر وہ اپنی خفیہ طاقت ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ کوئی پرندہ بن کر جہاز کے مستول پر بیٹھ جائے گا اور سفر کرے گا۔ ویسے تو ناگ سمندری سانپ بن کر جہاز سے بہت تیز رفتار سے سفر کر سکتا تھا مگر خدشہ تھا کہ کہیں وہ روم کا راستہ نہ بھول جائے۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مرغ بادشاہ

جہاز اگلی صبح روانہ ہونا تھا۔

ساحل سے کچھ فاصلے پر چند سرائیں تھیں۔ ناگ نے رات سرائے میں بسر کرنے کا فیصلہ کیا اور سرائے کی طرف چل دیا۔ سرائے بڑی شاندار تھی۔ اس کا مالک ایک انگریز یہودی تھا جو بے حد کنجوس اور بے ایمان تھا۔ نئے مسافر کو دیکھ کر اس کی آنکھیں چمکنے لگیں وہ اپنے سٹول سے اُٹھ کر بولا:

"آیئے مہاراج — میری سرائے میں آپ کو ہر آرام ملے گا کوئی تکلیف نہ ہو گی"

انگریز یہودی نے ناگ کو پچھلے دروازے کے پاس ایک کمرہ دے دیا۔ کمرہ زیادہ بڑا نہ تھا مگر صاف ستھرا تھا۔ ناگ چارپائی پر لیٹ گیا اور ماریا اور عنبر کے بارے میں سوچنے لگا جب سے سادھو نے اسے ان کی مشکل کا حال بتایا تھا۔ وہ بہت بے چین تھا۔

کچھ دیر بعد ناگ اٹھا اور کھڑکی میں جا کھڑا ہوا۔ یہ کھڑکی سٹور کی طرف کھلتی تھی۔ سٹور میں پچاس کے قریب مرغ موجود تھے۔ ناگ کو جو شرارت سوجھی تو اس نے زور دار سانس لیا اور دوسرے ہی لمحے سفید رنگ کا خوب صورت مرغ بن گیا۔ اور لگا ککڑوں کڑوں کرنے۔

اتفاق کی بات عین اس وقت سرائے کا انگریز مالک کمرے کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ اس نے جب مرغ کی آواز سنی تو رُک گیا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ اس کمرے میں آنے والے سادھو کے پاس کوئی مرغ نہیں تھا۔ یہ انگریز یہودی بڑا لالچی اور بے ایمان تھا وہ اپنے آدمیوں سے دوسری سراؤں کے سامان چرانے کے علاوہ مرغے بھی چوری کراتا تھا۔ چوری کے مرغ وہ سٹور کے پاس ایک خفیہ کمرے میں رکھتا تھا اور جوں ہی کوئی مسافر مرغ کا آرڈر دیتا انہیں ذبح کر کے پیش کر دیتا۔

انگریز یہودی کے ذہن میں فوراً خیال آیا کہ کہیں سادھو اس کے مرغ چرانے کی کوشش تو نہیں کر رہا۔ چور کو تو سارے ہی چور نظر آتے ہیں۔ انگریز یہودی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے دروازے میں موجود ایک سوراخ سے اندر جھانکا۔ اسے سادھو یعنی ناگ تو نظر نہ آیا البتہ سفید رنگ کا مرغ اس نے دیکھ لیا۔

انگریز یہودی سمجھا کہ ناگ کہیں باہر گیا ہوا ہے۔ اس نے دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہوگیا۔ ناگ اس وقت کھڑکی کے راستے چھلانگ لگا کر سٹور میں موجود مرغوں کے پاس جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز سن کر وہ رک گیا۔

انگریز یہودی کو دبے قدموں کمرے میں آتے دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ وہ کچھ چرانے آیا ہے مگر انگریز یہودی کی نظر تو مرغ یعنی ناگ پر تھی۔ اس نے جھپٹ کر اس کو پکڑا اور بغل میں دبا کر کمرے سے نکل آیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا سٹور میں آگیا۔

خفیہ کمرے کے باہر انگریز یہودی کا گنجا ساتھی بیٹھا پہرہ دے رہا تھا کہ کوئی مرغ بھاگ نہ جائے۔ انگریز یہودی نے مرغ اس کے حوالے کیا اور بولا:

"اسے بھی اندر بند کر دو۔ ابھی ہاتھ لگا ہے۔"

گنجے نے مرغ کو پروں سے پکڑ کر دیکھتے ہوئے کہا:

"بڑا شاندار مرغا ہے استاد یہ کہاں سے تمہارے

ہتھے چڑھ گیا آس پاس کی تو کسی سرائے میں ایسا مرغ نہیں ہے۔"

انگریز یہودی نے ہنس کر کہا:

"درخت مت گنو صرف پھل کھانے سے غرض رکھو ویسے ہے بڑا تگڑا مرغ۔"

یہ کہہ کر انگریز یہودی نے اپنے مٹکے ایسے پیٹ کو ہاتھ پھیر کر ڈکار لی اور بولا:

"آج رات کے کھانے میں اسی مرغ کی یخنی پیوں گا اور گوشت بھون کر کھاؤں گا۔ ارے ہاں یاد آیا آج دو مسافروں نے مرغوں کا آرڈر دیا ہے رات کو ذبح کر کے باورچی خانے میں پہنچا دینا۔"

انگریز یہودی تو واپس چلا گیا اور گنجے نے کمرے کا دروازہ کھول کر ناگ کو اندر پھینک دیا۔ کمرے میں کئی مرغ موجود تھے۔ انہوں نے جو نئے مرغ کو دیکھا تو ککڑوں کڑوں کا شور مچانے لگے۔

ان مرغوں میں بھورے رنگ کا ایک مرغ بڑا تگڑا تھا۔ اس کی چونچ لمبی اور نوکیلی تھی۔ اس نے سینہ پھلا کر ککڑوں کڑوں کا نعرہ لگایا اور بولا:

"کیوں بے تو کدھر سے آیا ہے اور مرغوں کی کس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نسل سے تعلق رکھتا ہے۔"

ناگ دل میں خوب ہنسا کہ یہاں بھی ذات پات اور نسل کی بات موجود ہے۔ اس نے ڈرے ہوئے انداز میں کہا:

"مرغ بادشاہ ہو۔ میں تو ایک عام سا مرغ ہوں۔"

بھورے مرغا اور اکڑ گیا۔ اس کی گردن کے بال کھڑے ہو گئے اس نے کہا:

"کان کھول کر سن لے۔ میں یہاں کا بادشاہ مرغ ہوں خالص اصیل مرغ ہوں۔ سارے مرغ مجھے راشن ٹیکس دیتے ہیں اور تجھے بھی دینا ہو گا ورنہ چونچیں مار مار کر بھرکس نکال دوں گا۔"

ناگ نے کہا:

"جناب میں تو بڑا شریف مرغ ہوں۔"

ناگ نے ابھی بات مکمل نہ کی تھی کہ مرغ بادشاہ غصے میں آکر گرجا:

"ابے تیری شرافت کی ایسی تیسی — بول راشن ٹیکس دے گا کہ نہیں؟"

سارے مرغ چپ چاپ کھڑے تھے۔ وہ اس مرغ کی طاقت سے ڈرتے تھے۔ ناگ کو اس بدمعاش مرغ

پر بڑا غصہ آیا۔ خوامخواہ اکڑنے جا رہا تھا۔

اس نے کہا:

"میں تو تمہیں راشن ٹیکس نہیں دوں گا میں بھی اپنے علاقے کے مرغوں کا سردار رہا ہوں۔"

تمام مرغے لگے ککڑوں کڑوں کا شور مچانے۔ ایک مرغی نے جو سفید اور بھوری تھی چلا کر کہا:

"بادشاہ سلامت۔ اس نافرمان کو خوب پھینٹی لگائیں۔"

بادشاہ مرغ بولا:

"اے ملکہ۔ فکر نہ کر — ہم اس گستاخ کو کڑی سزا دیں گے۔ ہم اسے چونچیں مار مار کر ادھ موا کر دیں گے۔"

بادشاہ مرغ نے ناگ پر حملہ کر دیا۔ ناگ کوئی عام "مرغ" تو تھا نہیں۔ اس نے بادشاہ مرغ کی گردن دبوچ لی اور دو تین چکر دے کر زمین پر دے مارا۔ بادشاہ مرغ کی ساری بادشاہی نکل گئی وہ آہستہ سے بولا:

"مان گیا یار — تم بڑے بہادر ہو۔ اب میری عزت رہنے دو۔ میں بھی تمہیں ایک دو چکر دیتا ہوں پھر مقابلہ برابر کر لیں گے۔" میں ایسا کرنے پر تمہیں دس دن کا راشن دوں گا اور ہم دونوں یہاں کے بادشاہ ہوں گے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مرغ بادشاہ، ناگ کو رشوت کی پیش کش کر رہا تھا
ناگ نے کہا:
"ہرگز نہیں۔ ایک میان میں دو تلواریں اور ایک سلطنت میں دو بادشاہ نہیں رہ سکتے تو ایک کمرے میں دو مرغ بادشاہ کس طرح رہ سکتے ہیں یا تو میری اطاعت قبول کرو یا پھر مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"
بھورے مرغ نے اپنی شکست مان لی اور ناگ کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔ سارے مرغ ناگ کے حق میں ککڑوں کڑوں کے نعرے لگانے لگے۔ شور سن کر گنجے پہرے دار نے اندر جھانکا اور غصے سے بولا:
"چپ رہو۔ ورنہ سب کو ذبح کر دوں گا۔"
سفید اور بھوری مرغی اب ناگ کے پاس آ کھڑی ہوئیں اور بڑے ناز سے بولیں:
"نئے بادشاہ مجھ سے شادی کرو گے؟"
"مرغی سے شادی؟"
ناگ کو اس تصور سے ہی بڑی زور کی ہنسی آئی، اس نے کہا:
"بھاگ جاؤ یہاں سے۔ میں پہلے سے شادی شدہ ہوں۔"
مرغی منہ بناتی ہوئی چلی گئی۔ ناگ نے سوچا ہر جگہ

چڑھتے سورج کی پوجا ہوتی ہے ابھی یہ مرغی بھورے مرغ کو مجھے مارنے کا کہہ رہی تھی اور اب شادی کی پیش کش کر رہی تھی۔
اب ناگ مرغوں کا بادشاہ بن گیا تھا۔ ہر نیا بادشاہ اپنے عوام کو خوش کرنے کے لیے کچھ جھوٹے اور کچھ سچے وعدے کرتا ہے ویسے انسانوں کے بادشاہوں کے وعدے تو عموماً جھوٹے ہی ہوتے ہیں۔
ناگ نے کہا:
"میں اعلان کرتا ہوں کہ اب غنڈہ گردی بند رہے گی۔ تمام مرغے اپنا اپنا راشن کھائیں گے اور کوئی کسی پر رُعب نہیں ڈالے گا میری حکومت میں کمزور اور تگڑے مرغے ایک ہی برتن میں پانی پئیں گے۔"
سارے مرغ خوش ہو گئے۔ اب ناگ کو انگریز یہودی کا خیال آیا۔ وہ سمجھ تھا کہ یہودی چور ہے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اس مکار چور کو سزا ضرور ملنی چاہیے۔
رات ہوئی تو گنجا اندر آیا۔ اس نے سفید مرغ کو پکڑنے کی کوشش کی مگر ناگ اچھلا اور گنجے کی چمکتی ٹنڈ پر ٹھونگا مارا۔ گنجے کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ اس کے سر سے خون نکل آیا تھا۔ ناگ نے دوبارہ ٹھونگا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مارنا چاہا مگر گنجے نے اسے دبوچ لیا اور غصے سے بولا:

"اگر مالک نے تیری یخنی نہ پینی ہوتی تو ابھی گردن مروڑ دیتا۔ مگر فکر نہ کر۔ تجھے سسکا سسکا کر ذبح کروں گا۔"

گنجے نے دو اور مرغے پکڑے اور کمرے سے نکل آیا۔ وہ سیدھا باورچی خانے میں آیا۔ باورچی خانے میں اناج کی بوریاں رکھی تھیں۔ آگ جل رہی تھی اور ایک موٹا باورچی قہوہ تیار کر رہا تھا۔

اس نے گنجے کو دیکھ کر کہا:

"آؤ بھئی بدری پرشاد۔ یہ تمہارے سر کو کیا ہوا؟"

گنجے نے دانت پیس کر کہا:

"اس کم بخت مرغ نے ٹھونگا مارا ہے۔ حرامی کی چونچ بڑی نوکیلی ہے۔"

گنجے نے تینوں مرغوں کو جالی والے ایک ڈربے میں بند کیا اور لمبی چھری لے کر سل پر رگڑنے لگا۔ گنجا چھری تیز کر رہا تھا اور دونوں مرغ بڑی طرح ڈرے ہوئے تھے انہیں موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ اسی دوران موٹا باورچی قہوہ لے کر چلا گیا۔

ناگ نے سوچا حرکت میں آنے کا وقت آ گیا ہے۔

اس نے فوراً سانپ کا روپ دھار لیا۔ دونوں مرغوں نے جب اسے سانپ بنتے دیکھا تو غش کھا گئے۔ ناگ جالی میں سے رینگ کر باہر آ گیا اور دیوار سے چمٹ گیا۔

ادھر گنجے نے چھری تیز کرنے کے بعد ڈربے کا رخ کیا۔ مگر یہ دیکھ کر بھونچکا سا ہو کر رہ گیا کہ ڈربے کا دروازہ تو بند ہے مگر سفید مرغ غائب ہے اور دونوں مرغ گرے پڑے ہیں۔ گنجے کی سمجھ میں نہ آیا کہ سفید مرغ کس طرح نکل گیا اسے یہ فکر پڑ گئی کہ اگر سفید مرغ نہ ملا تو یہودی مالک کو کس کی یخنی دے گا۔

وہ باورچی خانے میں ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ناگ دیوار سے چپٹا یہ دیکھ رہا تھا۔ وہ فوراً انسان بن گیا۔ گنجے کا منہ دوسری طرف تھا۔ اس لیے وہ اسے انسان بنتے نہ دیکھ سکا۔

ناگ نے کہا:

"کیوں بے گنجے پاپی۔ کیا ڈھونڈ رہا ہے؟"

گنجا اچھل پڑا۔ ناگ کو دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس کے ذہن میں فوراً سوال

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابھرا یہ شخص کدھر سے آ گیا۔

ناگ نے کہا:

"ابے او بدبخت گنجے۔ تو مرغ کو تلاش کر رہا ہے میں مرغ ہی تو ہوں۔"

گنجا سمجھا کر اس نے سفید مرغ چرایا ہے وہ غصے میں آ گیا۔ چھری لہرا کر بولا:

"میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا بوٹی بوٹی کر کے چیلوں کے آگے ڈال دوں گا۔"

گنجا اس کی طرف لپکا جوں ہی وہ قریب آیا۔ ناگ جھٹ سے سانپ بن گیا۔ گنجے کے ہاتھ سے چھری گر پڑی۔ اس کا رنگ اڑ گیا۔ اور ٹانگیں لرزنے لگیں۔ وہ باہر کو بھاگا مگر ناگ نے لپک کر اسے ڈس لیا۔ گنجا تیورا کر گرا اور پھر اُٹھ نہ سکا۔ زہر نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ مر گیا۔

ناگ انسان کے روپ میں آ کر باورچی خانے سے نکلا اور اپنے کمرے میں آ کر چارپائی پر لیٹ گیا۔ کچھ ہی دیر بعد سرائے میں شور مچ گیا کہ گنجے کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ سب سانپ کو تلاش کرنے لگے مگر سانپ تو چارپائی پر آرام کر رہا تھا۔

رات گزر گئی۔

صبح ہوتے ہی ناگ انگریز یہودی کے کمرے میں جا پہنچا۔ یہودی نے اس کا استقبال کرتے ہوئے کہا:

"آیئے مہاراج۔ رات کیسی گزری۔ نیند تو ٹھیک سے آئی ــــ؟"

ناگ نے ہنس کر کہا:

"مجھے تو نیند آ گئی تمہیں شاید خواب میں بھی سفید مرغ نظر آتا رہا ہو۔"

یہودی انگریز چونک اُٹھا۔

ناگ نے کہا:

"ابے او مکار چور۔ تو نجانے کب سے لوگوں کو نقصان پہنچا رہا ہے مگر اب تیرا وقت پورا ہو گیا۔ بڑے کام کی سزا تو مل کر ہی رہتی ہے۔"

یہودی انگریز گرج کر بولا:

"کیا بکتے ہو۔ چور تم ہو گے۔ چلو کرایہ نکالو اور چلتے پھرتے نظر آؤ ورنہ ابھی ملازموں کو حکم دے کر تمہارا کچومر نکلوا دوں گا۔ الو کے پٹھے مجھے ڈراتے ہو۔"

ناگ تڑپ کر سانپ بن گیا۔ موٹا یہودی تو سن ہو کر رہ گیا۔ اس کا رنگ اڑ گیا اور ہونٹ لرزنے لگے۔ جو کچھ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے دیکھا تھا وہ ناقابلِ یقین تھا مگر جھٹلایا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ اب اس کے سامنے ایک موٹا کالا سانپ پھن پھیلائے جھوم رہا تھا۔

سانپ نے اچھل کر موٹے یہودی کے ماتھے پر ڈس لیا۔ موٹے یہودی کے حلق سے زور دار چیخ نکلی اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگی تھی اور جسم نیلا پڑتا جا رہا تھا۔ چیخ سن کر یہودی کے ملازم بھاگے آئے مگر سانپ تو دروازے کے نیچے سے رینگ کر جا چکا تھا۔

بندرگاہ کے قریب پہنچ کر ناگ چڑیا بن گیا اور چڑیا اُڑتی ہوئی روم جانے والے جہاز کے مستول پر آ بیٹھی۔ کچھ دیر بعد جہاز کے بادبان کھل گئے لنگر اٹھا لیا گیا اور جہاز کھلے سمندر میں آ کر روم کی طرف سفر کرنے لگا۔

◎

جہازوں کا قبرستان

جہاز کھلے سمندر میں سفر کرتا آگے بڑھ رہا تھا۔

جہاز کو روانہ ہوئے آج تیسرا دن تھا۔ ناگ چڑیا کے روپ میں مستول سے چمٹے تنگ آ گیا تھا۔ اس نے سوچا نیچے اتر کر جہاز کی سیر کرنا چاہیے۔ اتنے سارے مسافر ہیں کسی کو کیا پتہ چلے گا کہ میں کون ہوں۔

ناگ اڑاری مار کر اوپر والے عرشے پر آ گیا اور ایک طرف جہاں موٹے رسوں کے ڈھیر پڑے تھے گہری سانس لے کر انسانی شکل میں آ گیا اور ادھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ جہاز اگرچہ چھوٹا تھا مگر بڑا خوبصورت اور صاف ستھرا تھا۔ ناگ سیر کرتا ہوا نچلے عرشے پر چلا گیا۔

اب اتفاق کی بات کہ اس ملاح نے ناگ کو دیکھ لیا جس کو اس نے جہاز پر چڑھانے کے لیے دگنے کرائے کی پیش کش کی تھی۔ ملاح اس کی طرف دوڑا اور اس کا بازو پکڑ کر بولا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہوں — تو تم چوری سے جہاز پر چڑھ آئے تھے۔ چلو کپتان کے پاس۔ وہ تم سے نبٹ لے گا۔"

ناگ کو کیا پروا تھی۔ وہ ملاح کے ساتھ کپتان کے کیبن میں چلا گیا۔ انگریز کپتان ناگ کو دیکھ کر غصے میں آگیا اور بولا:

"تم ہماری اجازت کے بغیر جہاز میں کیسے آگیا؟"

ناگ نے معصومیت سے کہا:

"چڑیا بن کر۔"

انگریز کپتان گرجا:

"چپ۔ تم ہم سے مذاق کرتا ہے۔ ہم تمہیں سخت سزا دے گا۔"

ناگ نے شرارت سے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"انگریز بہادر — ہم سچ کہتا ہے کہ ہم چڑیا بن کر جہاز پر آیا ہے کہو تو چڑیا بن کے دکھا دے۔"

یہ کہہ کر ناگ نے زور سے سانس لی اور چڑیا کی شکل میں آگیا۔ انگریز کپتان اور ملاح نے دم بھر میں ایک انسان کو چڑیا بنتے دیکھا تو ان کے ہوش اُڑ گئے۔ ملاح تو غش کھا گیا۔ ناگ نے دوبارہ انسانی شکل میں آکر کہا:

"اب تو یقین آگیا؟"

انگریز کپتان بڑا بہادر تھا اس نے کہا:

"تم ضرور کوئی جادوگر ہے۔ اگر تم ہمارا دوست بننا پسند کرو تو تم ہمارے ساتھ رہو۔"

ناگ اور انگریز کپتان دوست بن گئے۔ دو دن گزر گئے۔ تیسرے دن تیز ہوائیں چلنے لگیں۔ جن سے سمندری لہریں بپھر گئیں۔ جہاز سمندر کی دیو ہیکل موجوں پر تنکے کی طرح ڈولنے لگا۔ یوں لگتا تھا۔ جیسے کسی بھی لمحے اُلٹ جائے گا۔

جہاز میں ملاحوں اور مسافروں کی چیخ و پکار قیامت کا منظر پیش کر رہی تھی۔ دل ہلا دینے والی ہواؤں کا شور اور بپھری ہوئی سمندری لہروں کی بھیانک صدائیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے دوزخ کی ساری ہیبت ناک بلائیں ناچ رہی ہوں۔

انگریز کپتان گلا پھاڑ پھاڑ کر احکامات جاری کر رہا تھا۔ ناگ اس کے ساتھ تھا۔ سارا دن طوفان رہا شام کے وقت طوفان کا زور ٹوٹنے لگا پھر طوفان ختم گیا۔

اس سمندری طوفان نے جہاز کے انجر پنجر ڈھیلے کر دیئے تھے۔ ایک مستول ٹوٹ گیا تھا۔ کئی مسافر ہلاک ہو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گئے تھے اور کئی عرشے سے اچھل کر کھلے سمندر میں جا گرے تھے اور خون خوار مچھلیوں کی خوراک بن گئے۔ پھر بھی یہ کیا کم تھا کہ جہاز الٹنے سے بچ گیا تھا مگر اب وہ روم کے راستے پر نہیں تھے۔ طوفان نے جہاز کو نجانے کہاں پہنچا دیا تھا۔ جہاز موجوں پر بہتا چلا جا رہا تھا۔

کپتان عرشے پر آگیا اور تباہی کا جائزہ لینے لگا۔ رات کا اندھیرا گہرا ہوتا چلا گیا۔ جہاز میں موجود لیمپوں میں سے چند لیمپ بچے تھے باقی سب تباہ ہو گئے تھے۔

کپتان نے کہا:

"اوہ مائی گاڈ ۔ بڑا خوف ناک طوفان تھا۔"

ناگ نے کہا:

"خدا کا شکر ادا کرو کہ جہاز تباہ ہونے سے بچ گیا۔ ویسے اس وقت جہاز کدھر جا رہا ہے؟"

کپتان بولا:

"کچھ پتہ نہیں دوست — یہ تو صبح ہی معلوم ہو سکے گا ویسے یہ بات یقینی ہے کہ ہم راستہ بھٹک چکے ہیں۔"

کپتان کے حکم پر جہاز کے ٹوٹے حصّوں کی مرمّت شروع ہو گئی۔ کپتان خود کام کی نگرانی کر رہا تھا اور مسافروں کو تسلی دے رہا تھا۔ رات اسی طرح گزر گئی۔

اگلی صبح جب کپتان عرشے پر گیا تو اس کے منہ سے خوف بھری چیخ نکل گئی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سامنے دیکھ رہا تھا۔ جہاں سبزی مائل کائی دُور دُور تک بچھی ہوئی تھی۔ اس کائی کے پرے ایک جزیرہ نظر آ رہا تھا۔

ناگ نے پوچھا:

"کیا بات ہے دوست — یہ تو خوشی کی بات ہے کہ ہم کسی خشک جزیرے تک پہنچ گئے ہیں۔"

کپتان نے کہا:

"وہ کائی دیکھ رہے ہو۔ ہمارا جہاز اسی کائی کی طرف جا رہا ہے اور اس کے اتنا نزدیک پہنچ چکا ہے کہ جہاز کو موڑا بھی نہیں جا سکتا۔ میں نے اس خوف ناک کائی کے بارے میں بڑی ہولناک باتیں سن رکھی ہیں۔ یہ کائی سینکڑوں گز موٹی ہے۔ اور جو جہاز اس میں پھنس جائے اس کا نکلنا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ یوں سمجھو جیسے کسی مکڑی کے جالے میں مکھی پھنس جائے تو نکل نہیں سکتی مکڑی اسے ہڑپ کر جاتی ہے۔ اسی طرح اس خوف ناک کائی سے جہاز نہیں نکل سکتے اور کائی آہستہ آہستہ انہیں نگل جاتی ہے۔ اس جگہ کو جہازوں کا قبرستان کہا جاتا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان کے دیکھتے ہی دیکھتے جہاز کائی کے جال میں پھنس کر رُک گیا۔ جہاز کے مسافروں کو جب حقیقت کا علم ہوا تو خوف کے مارے وہ زور زور سے رونے لگے۔ ناگ بھی پریشان ہو گیا تھا اس نے پوچھا:

"جہاز کو کائی کتنے عرصے میں نگل لیتی ہے؟"

کپتان نے جواب دیا:

"ایک ماہ میں — اس دوران جہاز آہستہ آہستہ آگے بڑھتا اور کائی میں دھنستا چلا جاتا ہے۔"

ناگ نے کہا:

"سمندری طوفان وغیرہ اس کائی کو ختم نہیں کر دیتے؟"

کپتان بولا:

"میں نے بوڑھے کپتانوں سے جو سن رکھا ہے اس کے مطابق جب طوفان آئے تو یہ کائی پھٹتی نہیں ہے بلکہ یوں اتھل پتھل ہونے لگتی ہے جیسے کوئی جن کسی بہت بڑے قالین کو پکڑ کر جھٹکے دے رہا ہو۔"

ناگ نے کہا:

"کائی کے پرے جو جزیرہ نظر آ رہا ہے اس کے متعلق کچھ علم ہے۔"

کپتان بولا:

"نہیں دوست۔ آج تک کوئی انسان زندہ اس جزیرے تک پہنچ سکا۔ یہ خوفناک کائی جزیرے کے چاروں طرف گول دائرے کی شکل میں پھیلی ہوئی ہے۔"

ناگ نے کہا:

"دوست — میں جزیرے پر جا کر دیکھتا ہوں کہ وہ کیسا ہے۔"

یہ کہہ کر ناگ عقاب کی شکل بنا کر جہاز سے اُڑا اور جزیرے کی طرف پرواز کرنے لگا۔ جزیرہ بہت بڑا تھا۔ اس میں گھنے جنگل تھے۔ ناگ نے جزیرے پر ایک چکر لگایا اور اُتر گیا۔ انسان کی شکل میں آ کر وہ ادھر اُدھر گھومنے لگا۔

جزیرے کے درخت زیادہ لمبے نہ تھے مگر بہت گھنے تھے۔ ہر طرف لمبی لمبی گھاس اُگی ہوئی تھی۔ جزیرے پر گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ پھر یکایک یہ خاموشی ایک بھیانک آواز سے ٹوٹ گئی۔ ٹھپ۔ ٹھپ۔ ٹھپ۔ کی یہ خوفناک آواز جنگل سے آ رہی تھی اور ایسا لگتا تھا جیسے ہزاروں ہتھوڑوں سے کسی چٹان کو ٹھوکا جا رہا ہو۔

اسی وقت ہاتھی کی زبردست چنگھاڑ سنائی دی۔ ہاتھی کی آواز سے ظاہر تھا کہ وہ خوف زدہ ہے۔ ناگ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرف دوڑنے لگا۔ جنگل میں داخل ہوتے ہی اسے جو منظر نظر آیا۔ اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

وہ بھیانک بلا دوڑتی ہوئی ایک ہاتھی کا پیچھا کر رہی تھی۔ اس کا قد پچیس فٹ کے لگ بھگ بلند رہا ہوگا۔ وہ کسی بہت بڑے پرندے کی مانند تھی۔ اس کی گردن کسی موٹے سؤر کی گردن برابر تھی جس کے آگے مڑی ہوئی چونچ تھی۔ اس کے بھاری سر میں باہر کو ابھری ہوئی کالی کالی مردہ سی آنکھیں ٹینس کے گیندوں جتنی تھیں۔ اس کی ٹانگیں ستونوں کی طرح موٹی اور بال دار تھیں۔

اس بھیانک پرندے کے پیر عقاب کی طرح نوکیلے پنجوں والے تھے۔ وہ پھدکتا ہوا ہاتھی کے قریب پہنچتا جا رہا تھا۔ ٹھپ ٹھپ کی ہولناک آواز اس کے دوڑنے سے پیدا ہو رہی تھی۔ پھر اس پرندے نے ہولناک چیخ ماری۔ لمحہ بھر کے لیے علاقہ جیسے لرز کر رہ گیا۔

پرندے نے اپنی چونچ سے ہاتھی کی پچھلی ٹانگ دبوچ لی۔ ہاتھی کے حلق سے ایک چنگھاڑ نکلی وہ گر پڑا۔ پرندے نے اپنی چونچ کو زور سے جھٹکا دیا

اور ہاتھی کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ ناگ اس عجیب اور بھیانک پرندے کی طاقت دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

وہ بھیانک پرندہ اب پچھلی ٹانگوں پر بیٹھ کر ہاتھی کے جسم سے گوشت نوچنے لگا تھا۔ ہاتھی کا برا حال تھا اس پرندے نے ہاتھی کو ہلاک کر دیا اور اپنی چونچ سے گوشت کھانے لگا۔ اس کی ٹینس کے گیند جتنی کالی کالی آنکھیں تیزی سے ادھر ادھر گھوم رہی تھیں۔

ناگ ایک درخت کے پیچھے کھڑا یہ سب دیکھ رہا تھا۔ بھیانک پرندہ کھاتے کھاتے آسمان کی طرف منہ کر کے چیختا تو جنگل میں بھونچال سا آ جاتا اور جب بڑے بڑے پر پھڑ پھڑاتا تو مٹی کا ایک غبار اٹھتا۔

ناگ نے سوچا کہ ممکن ہے اس جزیرے میں اور بھی ایسی بلائیں ہوں۔ لہذا واپس چلنا چاہیے۔ وہ درخت کی اوٹ سے نکلا اور واپسی کے لیے قدم اٹھایا ہی تھا کہ اس بھیانک پرندے نے اسے دیکھ لیا۔ وہ چیخیں مارتا اس کی طرف لپکا۔ یہ سب اس تیزی سے ہوا کہ ناگ کے حواس گم ہو گئے۔ اپنے پر پھڑ پھڑاتا وہ پرندہ ناگ کے سر پر آ پہنچا۔

بھیانک پرندے کا لمبا سر ناگ کے اوپر موت کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کسی مینار کی طرح گھوم رہا تھا۔ اس کی بڑی بڑی گیند
ایسی گول آنکھوں میں چمک آ گئی تھی۔ اس نے زور
سے پَر پھڑ پھڑا کر ہولناک چیخ ماری اور اپنی مڑی ہوئی
چونچ کھول کر ناگ کو دبوچنے کے لیے جھکا!!!

◎

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk